تصنیف

محمد اعظم نورانی

مُحدّثِ اعظم ہند کچھوچھوی

اور تحریکِ پاکستان

تصنیف
محمد اعظم نورانی

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ
لاہور ——— پاکستان

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۸

نام کتاب ———— محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان

تصنیف ———— محمد اعظم نورانی

ناشر ———— رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

مطبع ———— احمد سجاد آرٹ پریس ۔ [illegible] روڈ ۔ لاہور

ھدیہ دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ ۔ لاہور

بیرون جات کے حضرات ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

— پتہ

رضا اکیڈمی ۔ رجسٹرڈ ۔ لاہور مسجد رضا

محبوب روڈ ۔ چاہ میراں ۔ لاہور ۲۹

پاکستان ———— فون: ۲۵۰۴۴۰ / ۲۲۶۷۹۰

فہرست

صفحہ

قیامِ پاکستان مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام تھا۔ اسلام کے نام پر قائم ہونیوالی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے قیام نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ دراصل تمام قوم اس مطالبے پر متفق ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے لیے الگ ایک خطۂ زمین متعین کیا جائے جہاں قانونِ اسلام کی حکمرانی ہو اور مسلمان آزادانہ خدا اور رسول کے احکام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ افسوس ہے اس کا عرصہ گذرنے کے باوجود آج تک اسلامائزیشن کا سلسلہ مکمل نہ ہو سکا۔ ہمارا مشرقی بازو کٹ گیا مگر ہمیں احساس نہ ہو سکا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے بڑا کفرانِ نعمت کیا ہوگا؟ کہ ہم مملکت خداداد پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں اور اس سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ بعض عاقبت نا اندیش تو پاکستان کے توڑنے کی باتیں کر رہے اور بعض لوگ غیر اسلامی نظام نافذ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام احمد رضا بریلوی وہ نمایاں ترین شخصیت ہیں جنہوں نے علی الاعلان دو قومی نظریئے کا پرچار کیا اور قیام پاکستان

کا راستہ ہموار کیا، یہی وہ راستہ تھا جس کی طرف علامہ اقبال نے رہنمائی کی اور قائد اعظم نے اسی پر چل کر پاکستان کی منزل کو پالیا۔

تحریک پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں **امام احمد رضا بریلوی** رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہم مسلک علماء اور مشائخ اہلسنت نے بڑا کردار ادا کیا۔ **آل انڈیا سنی کانفرنس**، اہل سنت وجماعت کی وہ نمائندہ جماعت تھی جس نے اپنی تمام تر توانائی تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے صرف کر دی، ۱۹۴۶ء میں منعقد ہونے والی سنی کانفرنس **بنارس** کا اجلاس تو اس تحریک کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس جماعت کے سرپرست امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی تھے اور اس کی روح رواں صدر الافاضل مولانا علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تھے۔ ہمارے بعض احباب شکایت کرتے ہیں کہ تاریخی اور نصابی کتابوں میں ملت اسلامیہ کے ان محسنوں کی دینی ملی اور پاکستان کے لیے کی جانے والی خدمات کو ان کے شایان پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کام خود ہمارے کرنے کا تھا یاد رکھئے جو قوم اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتی اسے دوسروں سے شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی کے بے شمار مریدین اور خود ان کے خانو[illegible] کے صحاب علم اگر ان کی خدمات جلیلہ کو تاریخ کے اوراق

میں محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اہل سنت وجماعت گر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ ان پر کام کریں۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ پاکستان کے تمام مدارس اہل سنت کی نمائندہ اور فعال تنظیم، تنظیم المدارس۔ اہل سنت، پاکستان نے درجہ حدیث کے طلبہ سے مقالہ لکھوانے کی طرح نو ڈالی اور اس طرح سنی طلبہ کو قلم و قرطاس سے رابطہ قائم کرنے کا سلیقہ سکھایا، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء میں فاضل نوجوان مولانا محمد اعظم نورانی نے محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی مولانا محمد اعظم نورانی ابن چوہدری نور دین ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ آج کل ان کا خاندان ولسن پور تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہے۔ ابتدائی تعلیم سکول میں حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کا آغاز کیا، آخری تین چار سال جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تعلیم حاصل کی اور یہیں سے درس حدیث لے کر سند [illegible]ت حاصل کی۔

نومبر ۱۹۸۵ء سے گورنمنٹ رنگ محل مشن ہائی سکول، لاہور میں آٹھویں اور دسویں کلاسوں کو عربی اور اسلامیات پڑھا رہے ہیں، وہ ایک صالح اور باصلاحیت نوجوان ہیں، انجمن طلبہ مدارس عربیہ پاکستان کے صدر رہ چکے

ہیں اور انجمن تحفظ ختم نبوت پاکستان، لاہور کے صدر ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ آئندہ بھی تصنیف وتحریر سے تعلق برقرار رکھیں گے۔

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ۔ لاہور کے اراکین ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں کہ وہ اس اہم مقالے کی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں اجر وثواب سے نوازے اور دین اسلام کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
۲۰ جنوری ۱۹۸۸ء

انتساب

علمائے حق کی جرأتوں اور سرفروشیوں کے نام جن کی حق گوئی سے آمریت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا رہتا ہے۔

اور

تحریک پاکستان کے ان مشائخ علماء اہلسنت وطلبائے اہلسنت کے نام جن کی قربانیوں سے مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی ہے

خبر نہیں کہ بلاخانۂ سلاسل میں
تیری حیاتِ ستم آشنا پہ کیا گزری؟
خبر نہیں کہ نگارِ سحر کی حسرت میں
تمام رات چراغِ وفا پہ کیا گزری؟

محمد اعظم نورانی

اظہارِ تشکر

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مقالے کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں جن شخصیات کے گراں قدر مشورے اور بصیرت افروز ہدایات مجھے میسر رہیں ان کے حضور خراجِ سپاس پیش کروں،

اس سلسلے میں خاص طور پر سرمایۂ اہلسنت حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، استاذی المکرم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور حضرت مولانا علی احمد سندیلوی کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے ہر مرحلے پر میری راہنمائی فرمائی۔ علاوہ ازیں اپنے تحریکی ساتھی زاہد عرفانی قادری کا شکرگزار ہوں جنہوں نے مقالے کی کتابت کے سلسلے میں اپنے تعاون سے نوازا۔

میرا دل ان محترم شخصیات کے لیے تشکر و امتنان اور سپاس و عقیدت کے جذبات سے لبریز ہے۔

محمد اعظم نورانی

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

عرض مُرتّب

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت پوری طرح بے نقاب ہوتی جارہی ہے کہ تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ اہلسنت کا کردار تابناک کردار رہا ہے۔ اور انہوں نے پورے درد دل اور سوز جگر کے ساتھ تحریک پاکستان میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کیا۔ لیکن تاریخ کے کچھ جانبدار مؤرخین نے جس طرح علماء و مشائخ کے اس تابناک کردار کو قعر گمنامی میں پھینکنے کی افسوسناک کوششیں کیں وہ اس دور کا سب سے بڑا ظلم ہے۔ مورخ کے قلم کو یہ زیب نہیں دیا کرتا کہ وہ کسی وابستگی یا عقیدت کی بناء پر کسی خاص گروہ کو اجاگر کرے اور کسی اختلاف کی بناء پر کسی دوسرے گروہ کی کردار کشی شروع کر دے۔ اس کا کام محض واقعات و شواہد اور تاریخی دلائل کو سچے اور کھرے انداز میں کرنا ہوتا ہے۔ لیکن افسوس، کہ بعض مؤرخین نے کسی سے اندھی عقیدت اور کسی سے بے جا اختلاف کی بناء پر اپنے قلم کی آبرومندانہ حیثیت بھی باقی نہیں رہنے دی۔

اور دوسری طرف وہ لوگ جو ان اکابرین کے تابناک کردار کی عظمتوں کے وارث اور امین تھے، ان کے عقیدت مند اور جانشین تھے وہ محض ان کے کارناموں پر سر دھنتے پر اکتفا کرتے رہے۔ انہوں نے وقت کے تقاضوں کو نہ سمجھا اور اپنے اکابرین کے کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کرنے اور متعارف کرانے کے لیے کوئی اقدام نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پتھروں نے ہیروں کی جگہ لے لی اور ہیروں کی تابناکیاں قصۂ پارینہ بن گئیں۔

آج حالات کی ہزار ہا گردشوں سے گزرنے اور وقت کی بے پناہ ٹھوکریں کھانے کے بعد احساس کی کچھ چنگاریاں سلگی ہیں۔ اور دردِ دل رکھنے والے کچھ لوگوں نے اس طرف توجہ دی ہے۔ کہ ان قابلِ فخر اسلاف کے کارناموں سے لوگوں کو متعارف کرایا جائے اور متعصب و جانبدار مؤرخین کے عائد کردہ الزامات کے زائل کرنے کا کچھ سامان کیا جائے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس سلسلے میں کچھ کوششیں ہوئی ہیں اور گزشتہ مختصر سے عرصے میں اس موضوع پر کچھ قابلِ قدر اور وقیع کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں۔

اس کے باوجود مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ میں جب اپنے متعلقہ موضوع کے پیشِ نظر تحریک پاکستان کے حوالے سے حضرت محدث کچھوچھوی کے مجاہدانہ کردار سے متعلق مواد ڈھونڈھنے لگا تو مجھے بے پناہ مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بسیار کوششوں کے باوجود اس موضوع پر تفصیلی مواد نہ مل سکا۔ اور میں جس طرح اس موضوع پر کام کرنا چاہتا تھا وہ میرے لیے ممکن نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ ساتھ وقت کی کمی بھی آڑے آئی۔ تین چار ماہ کے مختصر سے عرصہ میں کیا ہو سکتا ہے؟ اس سلسلے میں، میں تنظیم المدارس کے منتظمین سے گزارش کروں گا کہ دورۂ حدیث کی مدت ایک سال (۱) بجائے کم از کم دو سال ہونی چاہیئے۔ اس طرح ایک تو طالب علم روایتی تیز رفتاری کا شکار نہیں ہو گا اور سکون کے ساتھ درسِ حدیث لے سکے گا۔ اور دوسری طرف وہ اپنے مقالے کو بھی تحقیق و تدقیق کے وسیع امکانات سے آشنا کرا سکے گا۔

اور آخر میں مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ میں نہ تو کوئی مؤرخ ہوں اور نہ ہی کوئی محقق اور نہ ہی میرے پاس حسنِ تحریر کا سرمایہ ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اسلاف کی عظمتوں کا معترف، ان کا ایک ادنیٰ سا عقیدت مند اور تاریخ کا ایک معمولی سا طالب علم ضرور ہوں۔ اور میں نے اپنے محدود فکر و نظر، محدود ذرائع اور محدود وقت میں جو کچھ ہو سکا ہے کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر بھی مجھے احساس ہے

کہ بہت سے گوشے یقیناً تشنہ رہ گئے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اگر زندگی دی تو اس موضوع پر مزید کام کرنے کا عزم ضرور ہے۔

خدا کرے کہ یہ حقیر سی کوشش ان عظیم بارگاہوں کے حضور شرفِ قبول پا جائے۔

محمد اعظم نورانی

ہے وُہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان پر چڑھا کر تجھے تلوار کرے

(اقبال)

تحریکِ پاکستان
اور
حضرت سید محدثِ کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

تحریکِ پاکستان کی لمحہ بہ لمحہ داستان پر ایک دیانتدارانہ نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں علمارِ اہلسنت کا انتہائی مؤثر اور بھرپور کردار رہا ہے۔ اور اس گروہ نے تحریکِ پاکستان کی تخیلی تشکیل سے لے کر اس کی تعمیر و تکمیل تک ہر لحاظ پر کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اسی مقدس گروہ کے ایک عظیم فرد، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی تھے۔ جنہوں نے اپنے مجاہدانہ کردار کی بنا پر تحریکِ پاکستان کی تاریخ کے صفحات پر درخشندہ و تابندہ نقوش چھوڑے ہیں۔ اور آئندہ صفحات میں ہم انہی درخشندہ و تابندہ نقوش سے اپنے قلب و ذہن کو جگمگانے کی کوشش کریں گے لیکن آیئے! اس سے پہلے ہم حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کی شخصیت پر ایک تعارفی نظر ڈالتے ہیں۔

تعارف :-

برصغیر پاک و ہند کی محافلِ میلاد اور مجالسِ سیرت کے مجمعوں، اور تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں منعقد ہونے والی عظیم الشان کانفرنسوں میں لوگ دیکھا کرتے تھے کہ ایک بزرگ مجاہدانہ سیرت و صورت، گندمی رنگ، بھاری جسم کیری سی دستار باندھے جس کے کلاہ میں ایک خاص جاذبیت پائی جاتی منبر پر جلوہ افروز

ہے اور وہ بڑے مقفیٰ، مسجع اور فصیح و بلیغ انداز میں خطبہ پڑھ کر مجمع کو مسحور کر رہا ہے۔ اگر وہ قرآنی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتا تو حقائق و معارف کا قلزم، دلنشین الفاظ اور ایمان افروز فقرات میں طوفان خیز معلوم ہوتا۔ اگر احادیث نبوی کی شرح و وضاحت پر مائل ہوتا تو رشد و ہدایت کی سنہری بدلیاں بارانِ رحمت میں مصروف نظر آتیں اور یہ شخصیت برصغیر کے عظیم مذہبی، روحانی اور سیاسی راہنما رئیس المتکلمین، محدث اعظم ہند، قائد سالارِ جان نثارانِ مصطفےٰ اور تحریک پاکستان کے عظیم راہنما مفسر قرآن حضرت مولانا الشاہ ابوالمحامد سید محمد اشرفی الجیلانی محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی ہوتی ہیں جن کے مذہبی، روحانی اور سیاسی مقام کی عظمتوں کا ہر کوئی معترف تھا۔ اور جن کی فصاحت و بلاغت سے بھرپور بے نظیر خطابت کا پورے ہندوستان میں طوطی بولتا تھا۔

ولادت و سلسلۂ نسب

آپ ۱۵ ذلیقعدہ ۱۳۱۱ھ بروز بدھ نماز فجر سے کچھ دیر قبل ہندوستان کے مشہور شہر رائے بریلی کے مضافاتی قصبہ جائس میں پیدا ہوئے۔ قصبہ جائس میں آپ کی دادی صاحبہ کا میکا تھا اور حضرت الشاہ علی حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کاشانہ اقدس بھی وہیں تھا۔ اسی جگہ آپ نے بڑے ناز و نعم سے پرورش پائی آپ کا سلسلۂ نسب حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تک اس طرح جا ملتا ہے۔

الشاہ ابوالمحامد سید محمد بن مولانا سید نذر اشرف بن سید افضل حسین بن سید شاہ منصب علی بن سید شاہ قلندر علی بن سید تراب اشرف بن سید محمد نواز بن سید محمد غوث بن سید جمال الدین بن سید عزیز الرحمان بن سید محمد عثمان بن سید ابوالفتح بن

لے محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان ص ۲۰۸

سید محمد بن سید محمد اشرف بن سید حسن شریف بن سید عبدالرزاق بن سید عبدالغفور حسن جیلی بن ابوالعباس احمد بن بدرالدین حسن بن علاؤالدین علی بن سید شمس الدین بن سید سیف الدین بن یحیٰی موسیٰ بن سید ابوالفرج محمد بن سید ابوصالح عماد الدین نصر بن حضرت تاج العراق ابوبکر عبدالرزاق بن آفتاب ولایت قطب الکونین السید محی الدین ابومحمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی البغدادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تعلیم و تربیت و اساتذۂ کرام

جب آپ چار برس اور چار ماہ کے ہوئے تو آپ کے جدِ امجد حضرت شاہ افضل حسین نے معمولاتِ خاندان کے برعکس صرف چار پیسے کی شیرینی منگوا کر فاتحہ پڑھ کر آپ کی رسم بسم اللہ کرائی۔ آپ کے خاندان میں عام طور پر بچوں کی تقریب عقیقہ کے بعد تسمیہ خوانی ہوتی تھی اور اس کا خصوصی طور پر اہتمام کیا جاتا تھا لیکن آپ کی انتہائی سادگی کے ساتھ منعقد ہونے والی رسم بسم اللہ خوانی بھی ایک یادگار بن کے رہ گئی جو کہ عام معمولاتِ خاندان سے ہٹ کر تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو ناظرہ پڑھانا شروع کیا اور آپ نے چھ ماہ میں ہی بغدادی قاعدہ اور تیسواں پارہ ختم کر لیا۔ یہ دن آپ کے خاندان مبارک میں خاص مسرت کا دن تھا۔ اور خوب شیرینی وغیرہ تقسیم ہوئی۔ .... اسے آپ کی خداداد ذہانت کہہ لیجئے کہ صرف ۲۹ دن میں بقیہ ۲۹ سپارے قرآن پاک کے نہایت روانی کے ساتھ ختم کر لیے۔ یوں پانچ سال کی عمر شریف میں آپ نے پورا قرآن پاک پڑھ لیا۔ کچھ دن تک آپ کچھوچھہ شریف کے سکول میں تعلیم حاصل کرتے رہے درجہ دوم پاس کرنے کے بعد آپ کو سکول سے اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کی

لے سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا : مقدمہ فرش پر عرش (مطبوعہ بمبئی) ص ۲

تعلیم اپنے ذمہ سے لی۔ روزانہ ایک وقت فارسی اور ایک وقت عربی کی تعلیم ہونے لگی۔ فارسی کتب میں آمدنامہ، مصدر فیوض، دستور البیان، بہار عجم، گلستان، بوستان، نظم شاداب مینا بازار، انوار سہیلی، قصائد عرفی، نثر ظہوری وغیرہ اور عربی میں میزان، منشعب، پنج گنج زبدہ، دستور المبتدی، صرف کبیر، علم الصیغہ، نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ وغیرہ یہ سب کتابیں آپ نے اپنے والد محترم سید نذر اشرف اور آستانہ عالیہ کے معلمین سے پڑھیں۔ اس دوران تقریباً تین سال سخت بیمار رہے۔ مرض اس حد تک شدت اختیار کر گیا کہ آپ کا سلسلۂ زیست منقطع ہوتا نظر آنے لگا مگر مقدس ماں اور دیگر بزرگوں کی دعاؤں نے یاوری کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی۔ تندرست ہوتے ہی سلسلۂ تعلیم دوبارہ شروع کر دیا اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، لکھنؤ میں آپ کو داخل کرا دیا گیا۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں کے اساتذہ نے آپ کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھا اور بڑی توجہ سے تعلیم دی۔ کچھ عرصہ آپ نے یہاں پڑھا اور مولوی و مولانا کی سندیں حاصل کیں اسکے بعد وہاں سے علی گڑھ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے پڑھنا شروع کیا۔ شرح تجرید، افق المبین اور شرح مطالع وغیرہ کا درس انہیں سے حاصل کیا۔ یہاں سے فراغت پر حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے آپ کو جو سند عطا کی اس پر انہوں نے آپ کے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ تحریر کیا۔ علی گڑھ کے بعد آپ پیلی بھیت جاکر حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ سے آپ نے صحاح ستہ، موطا اور شرح معانی الآثار وغیرہ کتب حدیث پڑھیں۔ اور سند حدیث حاصل کی[1]۔ اس کے بعد آپ بریلی شریف میں امام

[1] محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان صفحہ ۲۰۸

اہلسنت حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوئے۔ اور آپ سے فتویٰ نویسی کا فن سیکھا۔ بریلی شریف سے حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی سے برکتیں اور دعائیں حاصل کرنے کے بعد آپ حضرت علامہ الشاہ مطیع الرسول القادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے ہوئے اور ان سے بھی سند حدیث حاصل کرنے کے بعد محدث کے نام سے مشہور ہوئے۔ تعلیم و تربیت کے یہ تمام مراحل آپ نے صرف سترہ سال کی عمر میں طے کر لیے[1]

آپ کے مشہور اساتذہ کرام میں آپ کے والد ماجد حضرت سید نذر اشرف آپ کی والدہ ماجدہ، اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی، مولانا مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا الشاہ مطیع الرسول رحمۃ اللہ علیہم کے نام شامل ہیں۔

تدریس و قیام مدرسہ

ابھی تک آپ کی ریش مبارک بھی نہیں اتری تھی کہ آپ مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔ اور پھر دہلی میں آپ نے حضرت سید مہر محمد صاحب کی سرپرستی میں مدرسۃ الحدیث قائم فرمایا۔ اور کافی عرصہ تک اس مدرسہ میں حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاسوں کی پیاس بجھاتے رہے۔ قانون شیخ اور رسالہ قشیریہ وغیرہ پڑھنے والے طلبہ بھی آپ کے حلقۂ درس میں شامل تھے۔ حدیث پاک کی پاکیزہ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ حکمت و طب کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ اسی دوران آپ نے اپنے نانا جان حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی سے بیعت ہوئے اور پھر خلق خدا کو روحانی تربیت سے بھی نوازنے لگے۔

[1] سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا: فرش پر عرش (مطبوعہ بمبئی) ص ۳

تصنیفات

آپ نے مذکورہ بالا تمام تر مصروفیات و مشاغل کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا عظیم مشن بھی جاری رکھا۔ جیسا کہ اسلاف کا طریقہ تھا۔ اور اس کے علاوہ باطل فرقوں کے ساتھ مناظرے بھی کیے۔ آپ نے تبلیغ حق کے سلسلے میں ۳۵ مدلل اور مبسوط رسائل شائع کیے جبکہ اسی قدر غیر مطبوعہ رسائل بھی تحریر فرمائے۔ علاوہ ازیں آپ نے ہر فن کی کسی نہ کسی کتاب پر حاشیے کی صورت میں اپنے تبحر علمی کے جوہر دکھائے۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور تفسیر کا کام بھی شروع کیا مگر ابھی چند سپارے ہی مکمل ہوئے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور یوں یہ عظیم کام اپنے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ آپ کے اس ترجمہ و تفسیر کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ اس کے ابتدائی حصے کو دیکھ کر امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے فرمایا کہ "شہزادے اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔"

آپ شعر و سخن میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کا مجموعۂ کلام فرش پر عرش فصاحت و بلاغت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ یہ آپ کے اس منظوم کلام پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً ماہنامہ اشرفی میں شائع ہوتا رہا۔ بعدازاں اس کو قاسم محمد اشرفی نے ترتیب دے کر ۲۳ ردمی سٹریٹ، بمبئی سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ یہ مجموعہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین کے ساتھ آپ کی والہانہ عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے[۱]

بیعت و خلافت

دہلی میں قیام مدرسہ کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کے باطنی جذبات نے آپ کو منازلِ عرفان طے کرنے پر آمادہ کیا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے لیے آپ کے تمام مشاغل

---

[۱] محمود احمد قادری شاہ تذکرہ علمائے اہلسنت (جمع کانپور) ص ۲۳۶

سرد پڑ گئے اور آپ ہمہ خلائق سے دامن بچا کر اپنے مرکزِ عقیدت آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف حاضر ہوئے۔ اور چند سال اپنے مقدس نانا جان حضرت شاہ سید علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اور پھر تمام سلاسل میں خلافت حاصل کی۔

تبلیغی و سیاسی سرگرمیاں

آپ کی عمر شریف چالیس سال سے متجاوز ہو چکی تو ضرورت تھی کہ عالم اسلام کو تزکیۂ نفس اور روحانیت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہندوستان کے گوشے گوشے میں تبلیغ دین کے لیے تشریف لے گئے اور لاکھوں تشنگانِ علم و عرفان کی پیاس بجھائی۔ چار مرتبہ آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بسلسلۂ تبلیغ حق تقریباً پانچ ہزار غیر مسلم بطیب خاطر آپ کے دستِ اقدس پر مسلمان ہوئے۔ اور ہزاروں اہلسنت و جماعت آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے[۲] آپ کا شمار ہندوستان کے ان مشائخ اور مشاہیر میں ہوتا ہے جو علوم دینیہ کے فاضل جلیل بھی ہیں اور سیرت و صورت میں شکیل بھی۔ آپ کے وعظ میں لوگ جوق در جوق آتے اور ایمان کو تازگی بخشتے۔ آپ کی عظمت کے پھریرے پورے ہندوستان میں لہراتے تھے ۱۳۶۵ھ میں آپ بالاتفاق آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر چنے گئے۔ اور آپ نے اس پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کے لیے دن رات کوشش کی۔ اور بالآخر کامیاب رہے۔ آپ جماعت رضائے مصطفیٰ کے بھی صدر رہے[۳]

---

[۲] محمد صادق قصوری اکابر تحریک پاکستان ج ۱ ص ۲۰۹

[۳] محمد صادق قصوری اکابر تحریک پاکستان ص ۲۰۹

وفات

آپ نے ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ کو پیر کے روز دن کے ساڑھے بارہ بجے لکھنؤ میں رحلت فرمائی[1]۔ آپ نے پیچھے چار فرزند اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ جن میں سید محمد اشرف، سید حسن مثنیٰ، سید محمد مدنی میاں، سید محمد ہاشمی کے نام ہیں۔ آپ کے تیسرے فرزند شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں آج کل آپ کے جانشین ہیں اور آپ کی سرپرستی میں بمبئی، ہندوستان سے "المیزان" کے نام سے ایک ماہنامہ شائع ہوتا ہے جس کے ایڈیٹر سید محمد جیلانی میاں ہیں۔ یہ ماہنامہ ہندوستان میں مسلمانوں کا سیاسی و مذہبی ترجمان ہے۔

---

[1] محمد صادق قصوری اکابر تحریک پاکستان ص ۲۱۳

تحریکِ پاکستان کا پس منظر

برصغیر مختلف ادوار میں مختلف تحریکوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ کبھی اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کے خلاف حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک چلائی۔ کبھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے تحریک کا آغاز کیا۔ اور کبھی اس سرزمین پر تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ترک گاؤکشی، تحریک آزادیٔ ہند اور تحریک سوراج وغیرہ کا غلبہ رہا۔ یہ سب تحریکیں اپنی جگہ بے حد اہم تھیں۔ لیکن ان سب میں تحریک پاکستان کو اپنے مقاصد، محرکات اور پس منظر کی وجہ سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وہ منفرد اور باعظمت تحریک ہے جس کے نتیجے میں دنیا کے نقشے پر پہلی نظریاتی مملکت معرضِ وجود میں آئی۔ پیشتر اس کے کہ موضوعِ سخن کے مطابق ہم اس تحریک میں علمائے کرام کے مقدس گروہ کے فرد حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے کردار پر گفتگو کریں پہلے ہم اس تحریک کے بنیادی مقاصد، محرکات اور عوامل پر ایک نظر ڈال لیں۔ تاکہ ہم اس کے پس منظر سے آگاہ ہوتے ہوئے آسانی کے ساتھ اس تحریک میں اپنے ممدوح حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے مجاہدانہ کردار کا جائزہ لے سکیں۔

بنیادی محرکات و عوامل

تحریک پاکستان کے بنیادی عوامل اور محرکات میں ہندو کے متعصبانہ اور عیارانہ رویے اور دو قومی نظریے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگرچہ برصغیر میں فرنگی اقتدار

کے خاتمے کے لیے آزادیٔ ہند کی تحریک برصغیر میں بسنے والی دونوں بڑی قوموں مسلمان اور ہندو کے اشتراکِ عمل سے چلی لیکن جب برطانوی سامراج نے برصغیر سے جانے کا فیصلہ کر لیا تو ہندو کا عیار ذہن فرنگی کے جانے کے بعد پورے ہندوستان پر اکیلے حکومت کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ لیکن مسلمانوں کی موجودگی میں اسے یہ بات مشکل نظر آتی تھی چنانچہ اس نے سوچا کہ کوئی ایسی چال چلی جائے جس سے مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص ختم ہو کر رہ جائے اور پھر ہندو کی حکمرانی کا راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اس کے لیے اس نے برصغیر کے بسنے والوں کے لیے ایک قوم "ہندوستانی قوم" بن جانے کی تحریک چلائی[ل] اور ابتداءً ہندو کی چلائی ہوئی اس بظاہر پرکشش نظر آنے والی تحریک نے بہت سے لوگوں کو گمراہ بھی کر دیا۔ اور ایک دفعہ ہندو مسلم اتحاد کے چرچے بلند ہونے لگے لیکن ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے ایسے حق شناس اور دور اندیش بندے موجود رہے ہیں جنہوں نے بھٹکتی ہوئی قوم کی راہنمائی فرمائی۔ اور انہیں ہر موقع پر سیدھا راستہ دکھایا۔

چنانچہ اس دور میں بھی کچھ مردانِ حق شناس ایسے تھے جنہوں نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اس بات کا احساس کر لیا کہ یہ ہندو مسلم اتحاد مسلمان قوم کے لیے بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں برصغیر پر فرنگی اقتدار کی بجائے ہندو اقتدار ہو جائے گا اور مسلمان اسی طرح غلامی کی چکی میں پستے رہیں گے اور مختلف موقعوں پر ہندو کے طرزِ عمل اور ان کی خفیہ سازشوں نے یہ بات ثابت بھی کر دی۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ تاریخ کے صفحات میں اس کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔ تو ان علمائے حق نے ہندو مسلم اتحاد کے جال میں پھنستے ہوئے لوگوں کو "دو قومی نظریئے" کا سیدھا اور سچا راستہ دکھایا۔

ل۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر: تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم (مقدمہ) ص ۳۲

اور انہوں نے دلائل کے ساتھ واضح کیا کہ ہندو کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد شرعی طور پر بھی قابلِ تسلیم نہیں اور پھر سیاسی طور پر بھی یہ زہرِ قاتل ثابت ہوگا۔ ابتداءً اگرچہ لوگوں کو یہ بات عجیب سی لگی لیکن گزرتے وقت کے ساتھ بہت سے ذہنوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا جن میں تحریک پاکستان کے بعد میں بننے والے بڑے لیڈر بھی شامل تھے چنانچہ اس کے بعد ہندو مسلم اتحاد کا زور ماند پڑنے لگا اور پھر اسی نظریے کی بنیاد پر مسلم قوم کے مفکرین نے تقسیمِ ہند کی تجویز پیش کر دی اور یوں تحریک پاکستان کے لیے ابتدائی طور پر راستہ ہموار ہوا۔ اس پوری کش مکش میں بھی تابناک کردار علمائے اہلسنت کا رہا۔ خاص طور پر امام اہلسنت، مجددِ دین و ملت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کی فراستِ خداداد نے بڑا کام دکھایا جنہوں نے سب سے پہلے ہندو مسلم اتحاد کی تباہ خیزیوں سے قوم کو آگاہ کیا۔

دو قومی نظریے کا ابتدائی تصور

مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت دو قومی نظریے کے احیاء کے لیے کوششیں شروع کیں وہ دور ایسا تھا جب مسلم قوم اس نظریے کو بالکل بھلا بیٹھی تھی۔ حالانکہ یہ نظریہ کوئی نیا نہیں تھا۔ اسی برصغیر میں اس سے پہلے بھی دو قومی نظریے کے تحفظ کے لیے کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ سب سے پہلے برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی نے اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کا قلع قمع کرنے اور مسلمانوں کے علیحدہ قومی و مذہبی تشخص کو بچانے کے لیے دو قومی نظریے کی تحریک چلائی۔ اکبر بادشاہ کا نظریہ تھا کہ مندر و مسجد کے امتیازی فرق کو ختم کر دیا جائے۔ اور ہندو مسلمان دونوں کو ایک خود ساختہ دین "دینِ الٰہی" کا پابند بنایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس مردِ درویش نے میدانِ عمل میں آ کر اکبر بادشاہ کے ان غلط نظریات و تصورات کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں۔ ان کے بعد بار ہویں اور

تیرہویں صدی میں حضرت شاہ عبد الرحیم ، حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے شاگردوں اور دیگر علمائے کرام نے اس سلسلے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں[1] اور ان کے بعد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر وقت اس نظریے کے احیاء کے لیے کوششیں کیں[2] اور پھر دنیا نے دیکھا کہ یہی نظریہ تقسیم ہند کے مطالبہ کا سبب بن گیا۔

دو قومی نظریے کی وسعت و ہمہ گیری

دو قومی نظریے کے ابتدائی دور میں بہت سے لوگ اگرچہ اس نظریے کے مخالف تھے لیکن جب انہوں نے دو قومی نظریے کی وسعت کی ہمہ گیری ، انقلابیت اور اس کے مضمرات اور اثرات پر غور کیا تو انہیں یہ ایک منصفانہ اور پرامن راستہ نظر آیا جس میں نہ تو دوسری قوم کے تہذیب و تمدن کو ختم کرنے کی کوئی کوشش نظر آتی تھی اور نہ ہی اس سے دوسری قوم سے جینے کا حق چھینا تھا۔ بلکہ اس میں دونوں قوموں کے تہذیب و تمدن اور ان کی سیاسی و معاشرتی زندگی کی نشوونما کے راستے نظر آتے تھے۔ چنانچہ اہل نظر نے جب غور کیا تو انہیں یہ نظریہ بے حد منصفانہ لگا تھا چنانچہ ان دنوں دو قومی نظریے کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ آیئے ، ہم ایک قومی نظریہ اور دو قومی نظریئے پر ایک تقابلی نظر ڈالتے ہیں تاکہ صورت حال واضح ہو جائے۔

ایک قومی نظریہ	دو قومی نظریہ
(۱) ایک ملک ہندوستان	(۱) ایک ملک پاکستان (جہاں کا فرد مسلمان امن و امان سے زندگی بسر کر سکیں)

[1]-[2] محمد مسعود احمد ، پروفیسر ، مقدمہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم صفحہ ۲۳

[3] محمد مسعود احمد ، پروفیسر ، تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم صفحہ ۱۴۹

ایک قومی نظریہ	دو قومی نظریہ
	ب - دوسرا ملک ، ہندوستان
(۲) ایک قوم ، ہندوستانی	(۲) (الف) ایک قوم ، مسلم (وہ قوم جو وطن بنایا کرتی ہے۔ وطن سے نہیں بنا کرتی)
	(ب) دوسری قوم ، ہندو
(۳) ایک زبان ، ہندی بخط ناگری	(۳) (الف) ایک زبان اردو بخط نسخ یا نستعلیق (وہ زبان جو ہندوستان کی ساری قوموں نے مل کر بنائی جو آج پاک و ہند کی عوامی زبان ہے)
	(ب) دوسری زبان ، ہندی بخط ناگری
(۴) ایک مذہب ، مجموعہ مذاہب ہندومت	(۴) (الف) ایک مذہب ، اسلام (وہ مذہب جو نفرت کی بجائے محبت کا سبق سکھاتا ہے ، جو ہمیشہ سے ایک ہے اور ایک رہے گا)
	(ب) دوسرا مذہب ، مجموعہ مذاہب و ہندومت وغیرہ
(۵) ایک تہذیب ، مجموعۂ تہذیب (ہندو تہذیب)	(۵) (الف) ایک تہذیب ، اسلامی (وہ تہذیب جو اسلامی قدروں پر قائم ہو۔)
	(ب) دوسری تہذیب ، مجموعۂ تہذیب (ہندومت)

(۱) ایک آئین ، فلسفۂ گاندھی

(۲) (ا) ایک آئین ، شریعتِ اسلامی (جس میں اسود و احمر کافر و مشرک سب کی سمائی ہے)

(ب) دوسرا آئین ، فلسفۂ گاندھی سے[1]

یہ تقابلی جائزہ بزبانِ حال پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ دو قومی نظریہ ہی ایک منصفانہ نظریہ ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک قومی نظریہ میں نہ مسلمان کی گنجائش تھی، نہ اردو کی، نہ اسلام کی، نہ اسلامی تہذیب و تمدن کی، نہ شریعت اسلامی کی، لیکن دو قومی نظریہ میں ہندو کی بھی گنجائش ہے، ہندی کی بھی، ہندو مت کی بھی اور ہندو تہذیب و تمدن کی بھی اور فلسفۂ گاندھی کی بھی۔ صاف نظر آرہا ہے کہ ایک قومی نظریے سے دو قومی نظریے میں کہیں زیادہ وسعت و گنجائش ہے۔ اور اس کی یہی وہ خصوصیت تھی جس کی بنا پر اسے بالآخر قبولِ عام حاصل ہوا۔

تقسیمِ ہند کا ابتدائی تصور

ہندو مسلم اتحاد کے نشے میں سرشار قوم کی آنکھیں جب خوابِ غفلت سے کھلیں اور وہ ایک قومی نظریے کی زہر فشانیوں سے آگاہ ہو کر دو قومی نظریے کے دامن میں پناہ لینے لگے تو اس سے مسٹر گاندھی کی وہ طویل جدوجہد جو انہوں نے ہندو کی حکمرانی کے لیے ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں کی تھی، وہ بے کار ہو کر رہ گئی۔ ان کا ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے پورے برصغیر پر حکمرانی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور یوں مسلم قوم کی بیداری کے نتیجہ میں دو قومی نظریے کی بنیاد پر تقسیمِ ہند کی تجویز سامنے آئی۔

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر: تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم صفحہ ۴۸۔

تقسیمِ ہند کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ اس کی تجویز سب سے پہلے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی۔ اور یہ خیال اتنا جم گیا ہے کہ ٹھوس دلائل کے بغیر اس پر کچھ کہنا مشکل نظر آتا ہے اور یہ بات درست بھی ہے کہ عوامی سطح پر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے سب سے پہلے علامہ اقبال نے تقسیمِ ہند کی تجویز پیش کی۔ اور انہوں نے ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں اپنے صدارتی خطبے میں اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی لیکن اس کے ساتھ یہ وضاحت اور تاریخی حقیقت بھی ہمارے ذہن میں رہنی چاہیے کہ تقسیمِ ہند کا بنیادی تصور اور ایک مسلم ریاست کے خدوخال پر اس سے پہلے بہت سے لوگ تجاویز پیش کر چکے تھے۔ ممکن ہے کہ علامہ اقبال نے انہی تجاویز سے تصور لے کر ان کو مزید بہتر شکل میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پیش کیا ہو۔ اور اس کے کچھ شواہد بھی ملتے ہیں۔

ہندوستان میں مسلم ریاست کی ضرورت پر زور دینے والے سب سے پہلے شخص غالباً چوہدری رحمت علی تھے۔ جنہوں نے ۱۹۱۵ء میں لاہور میں بزمِ شبلی قائم کی اور اس کے افتتاحی اجلاس میں انہوں نے ہندوستان میں اسلامی ریاست کی ضرورت کی طرف واضح اشارہ کیا۔ اور پھر اکتوبر ۱۹۳۰ء میں وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے جہاں ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو انہوں نے اپنا مشہور کتابچہ NOW OR NEVER شائع کیا۔ جس میں حکومت برطانیہ سے ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کا باقاعدہ مطالبہ کیا گیا۔ جس کی جغرافیائی حدود موجودہ پاکستان سے کچھ ہی مختلف تھیں۔ چوہدری رحمت علی نے اس نئی ریاست کا نام پہلی بار پاکستان تجویز کیا۔ اور پھر ۱۹۱۵ء میں چوہدری رحمت علی کی تقسیمِ ہند کی تجویز کے بعد ۱۹۱۷ء میں اسٹاک ہوم میں مقیم پروفیسر عبدالجبار خیری اور پروفیسر عبدالستار خیری نے تقسیمِ ہند

کی تجویز پیش کی[1]

لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ۱۹۲۵ء میں محمد عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کرتے ہوئے نہایت ہی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ یہ تفصیل اس سے قبل کہیں نظر نہیں آتی۔ عبدالقدیر بدایونی کی تجویز تقسیم ہند سب سے پہلے بدایوں کے اخبار ذوالقرنین کے شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۲۰ء میں منظر عام پر آئی۔ بعد میں باقاعدہ طور پر ایک رسالے کی صورت میں ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور نظامی پریس بدایوں سے چھپ کر شائع ہوئی۔ رسالے کا عنوان تھا۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام۔ محمد عبدالقدیر بدایونی کی اس تجویز کے متعلق جدید مؤرخین کے مایہ ناز فرد ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (سابق وزیر تعلیم و وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی) اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"In March and April, 1920 The Zhul-Qurnain of Badaun published an open letter from one Muhammad Abdul Qadir Bilgrami To Gandhi Advocating partition of The sub-continent, in which he gave even a list of muslim districts, generally speaking, not too different from The present boundaries of east and west Pakistan"[2]

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر، تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم ص ۱۵۰-۱۵۱

[2] اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر، دی سٹرگل فار پاکستان ص ۱۱۶

(ترجمہ) مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء میں بدایوں کے ایک اخبار "ذوالقرنین" نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر بدایونی کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا تھا جس میں برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اس میں انہوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی و مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔[1]

مذکورہ خط اخبار ذوالقرنین کے بعد ۱۹۲۰ء میں نظامی پریس بدایوں اور پھر تیسری بار ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا پھر اس کے بعد ۱۹۲۸ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا اس تجویز کی اس قدر اشاعت کے بعد یہ ناممکن سا نظر آتا ہے کہ یہ خط علامہ اقبال کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہو۔ جبکہ علی گڑھ کے اساتذہ سے علامہ اقبال کے گہرے تعلقات بھی تھے۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ علامہ اقبال نے ان حضرات کی تجاویز سے اور خصوصاً محمد عبدالقدیر بدایونی کی تفصیلی تجویز تقسیم ہند سے استفادہ کرتے ہوئے اسے مزید مقبول عام بنا کر عوامی پلیٹ فارم سے پیش کیا[2] تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ بہرحال اتنا تو واضح ہے کہ علامہ اقبال سے پہلے تقسیم ہند کی تجاویز منظر عام پر آچکی تھی۔ اور ہمیں اس واضح حقیقت سے آنکھیں چراتے ہوئے اپنے ان محسنوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

واضح رہے کہ محمد عبدالقدیر بدایونی اہلسنت وجماعت کے ممتاز فاضل عالم تھے[3] اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہلسنت کے علماء کا قوم پر کس قدر احسان ہے؟ حتیٰ کہ تقسیم ہند کی تفصیلی تجویز بھی سب سے پہلے انہی کی طرف سے سامنے

[1] اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر، دی اسٹرگل فار پاکستان صفحہ ۱۱۷

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر، تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم صفحہ ۱۴۱

آئی۔ مگر ستم کی بات یہ ہے کہ اہلسنت کی خاموشی کی وجہ سے تاریخ پاکستان کی صورت ہی بدل دی گئی ہے اور کتنے اہم تاریخ واقعات کو پس منظر میں دھکیل دیا گیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے مورخین اور محققین کشادہ دلی سے کام لے کر اہلسنت و جماعت کے کارناموں کو تاریخ میں محفوظ کریں۔ تاکہ قوم اپنے ان حقیقی محسنوں سے واقف ہو سکے۔

آغاز جدوجہد اور علمار اہلسنت

ہندو مسلم اتحاد سے بیزاری کے نتیجے میں جب تقسیم ہند کی تجویزیں سامنے آئیں تو پھر قوم مسلم نے ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کر دیا اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ دو قومی نظریے کے احیار اور تقسیم ہند کی تجاویز کے بعد ان کے لیے عملی جدوجہد کے میدان میں بھی علمار اہلسنت ہی سرفہرست نظر آتے ہیں۔

۱۹۲۰ء میں جب امام احمد رضا بریلوی نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیا تو اسی سال ہی علامہ محمد عبدالقدیر بدایونی نے جو کہ فاضل بریلوی کے مخلصین سے تھے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ۱۹۲۵ء میں حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کو آگے بڑھانے اور عملی جامہ پہنانے کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی[۱]۔ اور اس کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ایک منظم تحریک چلائی۔ حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین خود اس کانفرنس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اس کے صدر منتخب ہوئے۔ پھر

۱؎ محمد مسعود احمد، پروفیسر، تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم

علمار اہلسنت کی ہمہ گیر اکثریت نے اس کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اپنی تاریخ ساز جدوجہد کا آغاز کر دیا۔

۱۹۲۵ء میں قائم ہونے والی اس تنظیم کی سرگرمیوں کو تحریک پاکستان کا راستہ ہموار کرنے میں بے حد موثر عمل دخل رہا ہے۔ بلکہ ایک موقع پر تو اس کانفرنس کے سٹیج سے یہ اعلان بھی کیا گیا کہ پاکستان بنانا سنیوں کا کام ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ کسی مرحلے پر مسٹر جناح یا دوسرے مسلم لیگی لیڈر مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو اہلسنت پاکستان بنا کر دم لیں گے۔ ۱۹۴۶ء تک اس تنظیم نے اپنی فعال سرگرمیوں کے ذریعے مسلمان قوم کے دلوں میں ولولۂ تازہ پیدا کیا اس دوران قومی افق پر بھی مختلف تبدیلیاں آتی گئیں۔ بہت سے مسلمان لیڈر جو پہلے ایک قومی نظریے کے پرچار کرتے تھے بعد میں دو قومی نظریے کو اپنا کر مسلم لیگ کے ہمسفر بن گئے۔ جن میں قائد اعظم محمد علی جناح بھی شامل تھے۔ اور جن کو خدا تعالیٰ نے قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اس دوران علمار اہلسنت نے نہ صرف اپنی سطح پر دو قومی نظریے کی بنیاد پر سرگرمیاں جاری رکھیں بلکہ اس سلسلے میں کسی بھی طبقے کی طرف سے ہونے والی کوششوں سے بھرپور تعاون کیا۔ جن میں مسلم لیگ کی کوششیں سرفہرست ہیں۔ مسلم لیگ کو اس قدر مقبولیت اور اہمیت انہی علمار اہلسنت کی تائید و نصرت سے حاصل ہوئی۔

جب آل انڈیا سنی کانفرنس کے قائدین نے دیکھا کہ اب قوم کو مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں ایک مخلص لیڈر مل گیا ہے تو انہوں نے بھی قائد اعظم کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے اپنی ملک گیر کوششیں شروع کر دیں۔ اور جس کا نتیجہ اس مملکت خداداد پاکستان کے قیام کی صورت میں نکلا۔

اس دوران آل انڈیا سنی کانفرنس کے سٹیج سے جن نامور شخصیات نے قوم و ملت

سکے ہیں۔ خدمات سرانجام دیں ان میں نمایاں نام صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی، والد ماجد قائد اہلسنت علامہ الشاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے ہیں حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر بھی بنے اور ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس میں آپ نے وہ عظیم الشان تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ایک ایک لفظ اور ایک سطر سطر آج بھی آپ کے سیاسی تدبر اور آپ کی فہم و فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس خطبے میں آپ نے اس دور میں درپیش مسلمانوں کے سیاسی، معاشی، اقتصادی مسائل پر ایسے دلنشیں انداز میں روشنی ڈالی کہ اس خطبے نے مسلمانوں میں ایک ایسا ولولۂ تازہ اور احساس کی ایسی روح پھونکی کہ جس نے ان کے قلب و ذہن کو بھی پاکستان کے مقابلے کا ہمنوا بنا دیا اس عظیم الشان تاریخی خطبے پر تفصیلی تبصرہ ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے افسوس کہ علماء اہلسنت کی باقی کوششوں کی طرح اس عظیم الشان تنظیم کی تاریخ ساز سرگرمیاں بھی مؤرخین کی بے اعتنائی کا شکار ہو کر رہ گئیں ہیں اور وہ تنظیم جو ربع صدی تک مسلمانانِ ہند کی راہنمائی کرتی رہی اور ان کی شیرازہ بندی کے فرائض سرانجام دیتی رہی آج نوجوان نسل اسی کے نام سے بھی ناواقف ہے۔

اس قسم کی تمام تر جانبدارانہ کوششوں کے باوجود جب بھی کوئی مؤرخ دیانتداری سے تاریخ تحریک پاکستان کا مطالعہ کرے گا۔ اسے اس میدان میں ہر طرف علماء اہلسنت کے رفیع الشان کارناموں کے جھنڈے لہراتے نظر آئیں گے۔

علماء کا ایک اور گروہ اور اس کا کردار

تحریک پاکستان کی اسی تاریخ ساز جدوجہد میں جہاں علماء اہلسنت کا یہ

روشن اور تابندہ کردار رہا وہاں علماء کا بھی ایک اور گروہ ایسا تھا جنہوں نے اس دور میں مسلمانوں کے مذہبی، ثقافتی اور سیاسی ورثے کے محافظ دو قومی نظریے کی بجائے ایک قومی نظریے کی حمایت کی جو گاندھی کے عیارانہ ذہن کی پیداوار تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک قومی نظریے کی اسلام دشمنی اور اس کے اثرات اتنے واضح ہونے کے باوجود جبہ و دستار کے حامل اور منبر و محراب کے ان وارثوں نے اپنے ذہن کی غیر مستقیم سوچ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سات کروڑ عوام مسلم کے مقابلے میں اپنا سارا وزن ہندوؤں کے پلڑے میں رکھ دیا۔ اور یہ گروہ ان علماء کا تھا جو دیوبند سے متعلق تھے لے۔

ان علماء نے نہ صرف دو قومی نظریے کی مخالفت کی بلکہ اس کے بعد تحریک پاکستان کی جدوجہد کے خلاف بھی اپنے عناد اور مکروہ کردار کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اور تاریخ کے صفحات ان کے اس طرزِ عمل کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں۔

آیئے! تحریک پاکستان کے اس مختصر سے پس منظر کے بعد ہم تحریک پاکستان میں حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

لے مقدمہ اکابر تحریک پاکستان صفحہ ۱۶ از محمد صادق قصوری و خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس از محمد جلال الدین قادری

لے محمد صادق قصوری: مقدمہ اکابر تحریک پاکستان ج ۱ ص ۱۶

(ب) محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

حضرت محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریک پاکستان کے آئینے میں

دنیا میں شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جو اس عالم میں شمع کی طرح زندگی گزارتی ہیں ۔ وہ لوگ خود جلتے ہیں لیکن دوسروں کو روشنی پہنچاتے ہیں ۔ ان کے پیش نظر اپنی ذات کے لیے کسی منفعت کا حصول نہیں ہوتا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی خاطر اجتماعی اور قومی سرگرمیوں میں اپنی زندگیاں صرف کر دیتے ہیں ۔ اور پھر ان کی اس جدوجہد سے وہ اجالا پھیلتا ہے جس کی تابناکیاں جہان بھر کو منور کر دیتی ہیں ۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کی ذات گرامی بھی اسی ذیل کے افراد اور شخصیات میں تھی ۔ ان کی زندگی کا قیمتی دور قوم اور ملت کے لیے وقف رہا ۔ آپ کی تعلیم و تربیت کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کے مقدس نانا جان نے آپ کو اعلان حق کے لیے وقف کر دینے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد آپ کی زندگی اسی مقدس جدوجہد میں گزری چنانچہ اس سلسلے میں آپ کے نانا جان حضرت سید محمد علی حسین اشرفی الجیلانی نے آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد میں اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا :

" اس وقت میری عمر کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور ضعیفی و ناتوانی نے اس طرح مجھ کو گھیر لیا ہے کہ میں ایک عضو معطل ہو کر رہ گیا ہوں ۔ اور سخت

شرمندہ ہوں کہ اس مقدس تحریک کی کوئی مقدس نذر پیش کر کے میں حق سے سبکدوش نہیں ہو سکتا ؛

ہاں ! میری "احق" برس کی کمائی میں صرف دو چیزیں ہیں جن کی قیمت کا اندازہ اگر آپ میری نگاہ سے کریں گے تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی ۔ یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جس پر مجھ کو دنیا میں ناز ہے اور آخرت میں فخر ہوگا ۔ جس کو میں کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تھا لیکن آج اعلان حق کے لیے میں اپنی ساری کمائی نذر کر رہا ہوں ۔ میرا اشارہ پہلے اپنے لخت جگر و قرۃ عین مولانا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی پھر اپنے نواسہ و جگر پارہ مولانا الحاج ابو المحامد سید محمد محدث اشرفی جیلانی کی طرف ہے ۔ جن دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایہ ہے ۔ میں آج ان جگر کے ٹکڑوں کو نذر پیش کرتا ہوں کہ "اعلان حق" میں حیات کی آخری ساعتوں تک سنت و اہل سنت کی جو خدمت سپرد کی جائے اس میں میری تربیت و حقوق کا حق ادا کریں ؎

آپ کے نانا جان کے اس اعلان کے بعد آپ مکمل طور پر اس حق کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہو گئے ۔ جس کی طرف آپ کے نانا جان نے اشارہ فرمایا تھا ۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے سٹیج سے آپ کی جدوجہد

ہم نے گزشتہ صفحات میں عرض کیا ہے کہ برصغیر کے علمائے اہلسنت کے پاس اس وقت ایک مؤثر سٹیج آل انڈیا سنی کانفرنس کا تھا ۔ جس نے ۱۹۲۵ء میں اپنے

؎ محمد جلال الدین قادری ، مولانا ، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۱۳۶
سید علی حسین اشرفی ، پیر طریقت ، شاہ ، الخطبۃ الاشرفیہ ص ۱۲

قیام کی ابتداء سے لے کر ہندو مسلم اتحاد کی زہر فشانیوں سے قوم کو آگاہ کیا۔ دو قومی نظریے کا بھرپور پرچار کیا اور اس کے بعد تقسیم ہند کی تجاویز سامنے آنے کے بعد تحریک پاکستان کی کامیابی کے لیے اپنی تمام تر توانیاں سے راستہ ہموار کیا۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے بھی اسی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اپنی قومی و ملی جد و جہد کا آغاز کیا۔ اور اس سلسلے میں آپ کے کردار کو ایک نمایاں اور منفرد مقام حاصل ہے۔ آپ کانفرنس کے عروج پر اس کے سربراہ بھی رہے۔ اور آپ کی سربراہی میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے ملک گیر اجلاسوں میں تحریک پاکستان کی تائید و حمایت کی قراردادیں منظور کی گئیں۔ ۱۹۴۶ء میں آپ ہی کی سربراہی میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس' بنارس کے اجلاس میں مطالبۂ پاکستان کی پرزور حمایت میں مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی گئی۔

" آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں۔ اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو"[1]

برصغیر کا وہ اجتماع جس میں دو ہزار علماء و مشائخ عظام اور دو لاکھ سے زائد سنی مسلمان موجود ہوں اس اجتماع میں ایسی قرارداد کی منظوری ملکی و قومی سطح پر کیا اثرات و نتائج مرتب کر سکتی ہے؟ یہ حقیقت شناس نظر سے پوشیدہ نہیں۔

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۳۸۳

[illegible]ن کانفرنسوں اور ان میں منظور کی جانے والی قراردادوں اور اس میں مسلمانوں کے اقتصادی معاشی اور سیاسی مسائل پر کی جانے والی تقریروں سے وہ اثرات مرتب ہوئے جنہوں نے قیام پاکستان کی منزل کو قریب سے قریب تر کر دیا۔

اور اس جگہ ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ یہ علماء و مشائخ محض وقتی طور پر کسی داخلی یا خارجی جذبے سے مجبور ہو کر ایسا نہیں کر رہے تھے بلکہ انہوں نے ہر حال میں اور ہر صورت میں ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کا عزم کر رکھا تھا اور انہوں نے اس کے لیے باقاعدہ طور پر منصوبہ بندی بھی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ بنارس کی اس عظیم الشان کانفرنس میں پیش کیے جانے والا مجوزہ فیصلہ اس پر شاہد ہے۔ اور وہ مجوزہ فیصلہ مندرجہ ذیل تھا۔

" یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت مولانا شاہ ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی
۲۔ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب
۳۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب
۴۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی امجد علی صاحب
۵۔ مبلغ اسلام مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی
۶۔ حضرت مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی
۷۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آل رسول علی خان صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔
۸۔ حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہور۔
۹۔ حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سیالوی سجادہ نشین سیال شریف

۱۰۔ حضرت پیر سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف۔

۱۱۔ حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف

۱۲۔ خان بہادر حاجی بخش مصطفےٰ علی صاحب (مدراس)

۱۳۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔[1]

غور فرمایئے: کہ جن لوگوں نے پختہ عزائم کے ساتھ ایک اسلامی حکومت کے لیے تفصیلی لائحہ عمل کی تیاری بھی شروع کر دی ہو اور ان کے تحریک پاکستان کے متعلق عزائم کیا ہوں گے؟ اور یہ سب کچھ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کی سربراہی میں ہوا۔

بنارس کانفرنس میں آپ کا تاریخ ساز خطبہ

بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں ہی آپ نے وہ تاریخ ساز خطبہ صدارت ارشاد فرمایا کہ اگر تحریک پاکستان میں آپ کی جدوجہد کے بارے میں دوسری خدمات کا حوالہ نہ دیا جائے اور صرف اسی خطبے کو بطور حوالہ پیش کر دیا جائے تو یہ تحریک پاکستان کی جدوجہد میں آپ کا عظیم مقام متعین کرنے کے لیے کافی ہے۔ آپ نے اس خطبہ میں مسلمانوں کے جہاں دیگر مسائل و مصائب کا تذکرہ کیا ہے وہاں خاص طور پر وہ حصے قابل مطالعہ ہیں جہاں آپ نے پاکستان کا مفہوم اور اس کی شرعی ضرورت، قیام پاکستان پر اعتراضات اور اس کے جوابات، مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پروگرام، اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی طرف سے مطالبۂ پاکستان کی بے دریغ حمایت کے سلسلے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ آپ کا یہ خطبہ نہ صرف فصاحت و بلاغت کا ایک حسین اور دلنشین شاہکار ہے بلکہ اس میں ذہین، دوررس، مدبر اور گہرے سوچ و فکر کے حامل، دردمند دل رکھنے والے کسی عظیم سیاستدان اور مایۂ ناز مذہبی و

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۸۳

روحانی راہنما کے ذہن کی کارفرمائی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اس خطبے کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے تمام مسائل کا احاطہ کرتا اور ان کا مداوا پیش کرتا نظر آتا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اس خطبے کا ایک تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ اہلسنت کے علماء و مشائخ اور اکابرین کی سوچ کتنی بلند تھی۔

آپ کے تاریخ ساز خطبہ کا تفصیلی جائزہ

ہم نے عرض کیا ہے کہ بنارس سنی کانفرنس میں آپ کا خطبہ مسلمانوں کے تمام مصائب و مسائل کا احاطہ کرتا تھا اور ان کا مداوا پیش کرتا تھا اور اس کے علاوہ اس میں بہت سے قومی و بین الاقوامی مسائل پر مدبرانہ گفتگو کی گئی تھی۔ لیکن ہم اپنے موضوع کے پیش نظر آپ کے خطبے کے صرف وہی حصے پیش کریں گے جو تحریک پاکستان سے متعلق ہوں گے۔ اور ان اقتباسات کے پیش کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ تحریک پاکستان کے بارے میں آپ کے جذبات و احساسات اور آپ کی سوچ کیسی تھی؟

پاکستان کے مختلف مفہوم

جس دور میں قیام پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی ان دنوں تقریباً تمام سیاسی لیڈر پاکستان کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض ایسے طبقے جو مسلم لیگ سے متفق نہیں تھے وہ پاکستان کے قیام کا نعرہ لگا رہے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب ایک لفظ مختلف لوگ استعمال کریں گے تو ان کے ذہن میں ان کا مفہوم بھی ایک دوسرے سے کچھ مختلف ہوگا۔ لہٰذا دیکھنے کی بات یہ تھی کہ کس کے نزدیک پاکستان کا کیا تصور و مفہوم تھا!

چنانچہ اس کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا:

"میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے

ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے درودیوار پر پاکستان زندہ باد تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے ، نعروں کی گونج میں پاکستان سے کے رہیں گے ، مسجدوں میں ، خانقاہوں میں ، بازاروں میں ، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے ۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے ۔ اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے ۔ اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں ۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے ۔ [1]

اور پھر اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد آپ نے مختلف مفہوموں کا تجزیہ کیا ، اور آخر میں یہ بھی بتایا کہ سنی کیسا پاکستان چاہتے ہیں ؟ اس میں بھی آپ دیکھیں گے کہ آپ نے سنیوں کی طرف سے پاکستان کا جو مفہوم پیش کیا ، وہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے ۔ چنانچہ سب سے پہلے یونینسٹ ذہن کے پاکستان کے متعلق فرماتے ہیں

"یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جس کی مشیزی وار جو گندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی ۔" [2]

پھر مسلم لیگ کے مفہوم پاکستان کے متعلق فرمایا

"لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہیں بتائے اور جو بتائے وہ بھی الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے ۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے

[1] محمد جلال الدین قادری ، مولانا ، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۷۵ - ۲۷۶

[2] ایضاً

لیکن جب سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے ۔ اور جس یقین پر اس مسئلہ میں مسلم لیگ کی تائید کرتے پھر رہے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصے پر اسلام کی ، قرآن کی آزاد حکومت قائم ہو ، جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دی جائے ۔ ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے وہ جانیں ان کا دھرم جانے اُن کو اَتِمُّوْا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ سنا دیا جائے اور بجائے جنگ و جدل کے صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے ۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا ۔ ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں ۔ نہ اخبارات کے ہفتہ وار ایڈیٹوریل دیکھے ہیں نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سنے ، وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت ، اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں ۔ اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی ۔ اس کے دستور اساس کا کیا سوال ہے ؟ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے ۔ وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں ۔ لیگ ان کے لیے کوئی نیا دین نہیں ہے ۔ جس کو سوچ سمجھ کر ، ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے ۔ بلکہ لیگ ان کے جذبات کی محض ترجمانی ہے ۔ جس کو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں [1]

اسی دوران میں سرحدی گاندھی عفار خان کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان نے جو کہ پہلے قیام پاکستان کا کٹر مخالف تھا لیکن جب تحریک پاکستان کو کامیاب

[1] محمد جلال الدین قادری ، مولانا ، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۷۶

ہوتے دیکھا تو پاکستان کا راگ الاپنے لگا، جس وزارتی کمیشن کے سامنے پاکستان کی ایک تجویز پیش کی تھی۔ اس کے متعلق بڑے طنزیہ انداز میں آپ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کہ حال ہی میں وزارتی کمیشن کے سامنے سنا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا کر گئے ہیں۔ لیکن یہ پاکستان ایسا ہے کہ جس کو سن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں۔ کیا عجیب ہے کہ ۵۴ گز کے پاجامے پہننے والے کے لیے لنگوٹیا پاکستان بنانا منظور ہو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم"[1]

مندرجہ بالا اقتباسات سے ایک بات تو یہ واضح ہوتی ہے کہ آپ کی ملکی سیاست کے نشیب و فراز پر گہری نظر تھی۔ اور پھر آپ ہر جماعت کے پروگرام کے نشیب و فراز اور اس کے اثرات و مضمرات سے پوری طرح واقف تھے چنانچہ یونینسٹوں کا تصورِ پاکستان پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس خطرے سے آگاہ کیا کہ اگرچہ وہ لوگ پاکستان بنانے کا نعرہ لگا رہے ہیں لیکن ان کے پیشِ نظر مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو سردار جوگندر سنگھ کی حکمرانی میں دے دیا جائے اور پھر ڈاکٹر خانی پاکستان سے متعلق اقتباس میں قوم کو اس خطرے کی طرف توجہ دلائی کہ وہ ادھورا پاکستان چاہتے ہیں اور مسلم لیگ کے تصورِ پاکستان کے متعلق آپ نے جو تبصرہ فرمایا اس میں آپ نے واضح کر دیا کہ مسلم لیگ کا دستورِ اساسی یا دوسری چیزیں خواہ کچھ بھی کہتی رہیں لیکن سنی مسلم لیگ کا اس لیے ساتھ دے رہے ہیں کہ ان کے تصور میں یہی ہے کہ مسلم لیگ ایک ایسی آزاد اسلامی حکومت قائم کرے گی جس میں قرآن و سنت کی حکمرانی ہوگی اس لیے مسلم لیگ کو مسلمان قوم کے یہ جذبات مدِنظر رکھنے چاہئیں۔

---

[1] محمد جلال الدین قادری مولانا، آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۷۷

سُنیوں کا عظیم تر تصورِ پاکستان

اور پھر ان تمام مضمونوں کی وضاحت کے بعد آپ نے فرمایا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پیشِ نظر پاکستان کی کیا شکل ہے؟ آپ کے خطبے کے اقتباس کو پڑھیے اور پھر گزشتہ مضمونوں سے تقابل کر کے آپ کے پاکیزہ عزائم اور آپ کی فہم و فراست کو داد دیجیے آپ فرماتے ہیں:

"لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایسی ایک خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافتِ راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔ لیکن اگر عالمِ اسباب میں رفتہ رفتہ، درجہ بدرجہ، حصہ بحصہ تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنتا جائے تو اس کو بنایا جائے۔ کسی حصۂ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا کسی دوسرے حصے کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے۔ بلکہ عالمِ اسباب میں حکمت تدریج ہے۔ ہندوستان تک صحابہ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لیے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ اَلْاُمُوْرُ مَرْهُوْنَةٌ بِاَوْقَاتِهَا صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی یہ نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے۔ بلکہ عالمِ اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدے اور صلح نامے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کی تعمیل میں ہوتے ہیں۔ اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس سے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داورِ حشر کے سامنے

کیا منہ لے کر جائیں گے؟ پاکستان میں اس جرم کو نہ بخشا جائے گا جو
کلمہ پڑھ کر اپنے کو سنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑتا ہو۔[1]
سنیوں کی طرف سے پاکستان کا تصور پیش کرتے ہوئے جو مفہوم اور خاکہ
آپ نے پیش کیا وہ عظیم ذہن کی عظیم سوچ ہے۔ دیکھئے کیسا حسین، پیارا اور دلنشیں
تصور ہے کہ سنی ایسا پاکستان بنانا چاہتے ہیں جس میں خلافت راشدہ کا نظام رائج ہو۔
اور پھر آپ صرف کسی مخصوص خطۂ ارض پر اسلام کی حکمرانی پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ
اسے عالمگیر غلبۂ اسلام کا پیش خیمہ قرار دے کر اسے قبول کر رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں
کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پیش نظر اصل مقصد پوری دنیا پر اسلام کی حکمرانی قائم
کرنا ہے۔ یہ بات جہاں فکر و شعور کی گہرائی، عزائم کی بلندی اور ارادوں کی
عظمت کا پتہ دیتی ہے۔ وہاں سنیوں کے لیے ان اکابرین کے عقیدت مندوں
ماننے والوں کے لیے اور اس دور کی سنی قیادت کے لیے بھی لمحۂ فکریہ ہے کہ آپ
کے بزرگ آپ کو کتنی عظیم سوچ دے گئے ہیں؟ کتنا مقدس مشن سونپ گئے ہیں!
لیکن کیا ہم نے یہ عظیم مشن پایۂ تکمیل تک پہنچایا؟ اس بات کا جواب یقیناً نفی
میں ہے۔ تو پھر ہمیں چاہئے کہ آج ہی ہم محبت و اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے متحد و
متفق ہو کر تمام تر توانائیوں کے ساتھ اس عظیم مشن کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں۔

سنیوں کے عظیم پروگرام کی ایک اور جھلک

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی نے اپنے اسی خطبۂ صدارت میں ایک مقام
پر مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پروگرام پر بھی قدرے تفصیل سے روشنی
ڈالی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم لیگ کا پروگرام اگرچہ فائدہ بخش ہے لیکن

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۷۷

وہ عارضی ہے۔ لیکن اس کے برعکس آل انڈیا سنی کانفرنس کا پروگرام مضبوط اور مستقل
بنیادوں پر ہے اور دائمی نوعیت کا ہے۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔
"حضرات! سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہے۔ اور اس طرح
آیا ہے کہ وہ سنی کانفرنس کے بالکل ایک جداگانہ نظام ہے۔ اور حقیقت
بھی یہی ہے۔ مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہے۔ جو صرف پاکستان پر ختم ہو
جاتا ہے۔ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے۔ پاکستان کی تعمیر
کا۔ اور مسلم لیگ کو سنی مسجدوں، سنی اماموں، سنی خانقاہوں، مدرسوں،
عرسوں، میلادوں، مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں اور
نہ وہ صرف سنیوں کے نام پر کام کرتی ہے۔ پاکستان کا حق ملا تو مسلم لیگ
کو نہیں ملے گا۔ برطانوی مسلمانوں کو ملے گا۔ اور ان میں غالبہ محمدی مسلمانوں
یعنی سنیوں کا ہے۔ تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملے گا۔ سنی کیسا پاکستان
بنائیں گے اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقی کو دیکھ لیا
جائے، دورِ فاروقی کی سیر کر لی جائے، عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے
لایا جائے، خلافتِ علویہ کا دیدار کر لیا جائے۔ اسی قسم کا پاکستان
بنائیں گے۔ اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا، اپنے دین کی حفاظت کرنے کا،
اپنے مستقبل کو سنوارنے کا۔ اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں
کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا۔ اپنے اداروں کو درست
رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر ہر تنظیم سے
زیادہ ضروری سنیوں کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس ہے ....
.... ہم سے مسلم لیگ کو اس کی امید رکھنی چاہیئے کہ اس کا جو قدم
سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا اور اس کے جس پیغام

میں اسلام و مسلمین کا فتح ہوگا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تائید اس کو بے دریغ حاصل ہوگی۔ اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سنی کانفرنس کی راہنمائی اس کو قبول کرنا پڑے گی اور ضرور کرنا پڑے گی۔[1]

مندرجہ بالا اقتباس سے دو حقیقتیں بے نقاب ہو کر سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پروگرام میں فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے محض علیحدہ وطن کی طلب گار ہے۔ لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا نصب العین اس سے کہیں آگے بڑھ کر ہے۔ وہ صرف ایک علیحدہ خطۂ ارض حاصل کرنے کو ہی اپنا مقصد قرار نہیں دیتی بلکہ اس کے بعد اس میں خلافت راشدہ کی طرز کی حکومت کو قائم کرنا اپنا نصب العین ٹھہراتی ہے۔ اس لحاظ سے کانفرنس کا پروگرام مسلم لیگ سے بہتر ہے۔

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کی عظمتوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وہ صرف خود کو تحریک پاکستان تک ہی محدود نہیں رکھ رہے۔ بلکہ اس تحریک کی کامیابی کے بعد ایک دیرپا اور مستقل پروگرام قوم کو دے رہے ہیں۔ جو کہ خلافت راشدہ کی طرز پر حکومت کے قیام کا ہے۔

اور دوسری بات مندرجہ بالا اقتباس سے یہ سامنے آتی ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پیش نظر صرف قوم کی سیاسی بہتری کا ہی پروگرام نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ قوم کی مذہبی راہنمائی بھی کرنا چاہتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلم لیگ کو فراخدلانہ اور بے دریغ تائید کی پیش کش اس شرط پر کر رہی ہے کہ اس کے اقدامات اسلام اور مسلمین کی فلاح و بہبود کے لیے ہوں گے۔

---

[1] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۷۸

بنارس سنی کانفرنس میں حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے خطبہ صدارت کے اقتباسات کا یہ مختصر سا جائزہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ کو پاکستان سے کس قدر محبت تھی اور تحریک پاکستان کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کے سٹیج سے کس طرح کوششیں فرما رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ وہ مرغ بادنما کی طرح سیاست کے طوفانی تھپیڑوں میں کبھی ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر نہیں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ بلکہ ان کے سامنے ملک و ملت کی بھلائی کا اپنا ایک مستقل مضبوط اور دائمی پروگرام تھا۔ اور جس تحریک میں اس پروگرام کی جھلک ملتی تھی وہ اس کے لیے بے دریغ تعاون کرنے کے لیے تیار تھے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر میں آپ کا ایک اور خطبہ

سن ۱۹۴۶ء کے دوران ہی ماہ جون میں آپ نے خواجہ ہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ مبارک پر منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے خصوصی اجلاس میں بھی ایک نادر روزگار خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے میں بھی آپ نے تحریک کی پرزور الفاظ میں تائید کر کے رائے عامہ کو ہموار کیا۔ جلے سلیقوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان بنانا تمہارا ہی کام ہے لہٰذا اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دو! آپ اس خطبے میں ایک مقام پر کانفرنس کے اس اجلاس کے مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر لا چکا ہے۔ جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے جس کے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اس

دینداری کی آزادی ہے۔ ذرہ ذرہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے۔ انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے۔"[1]

ایک اور مقام پر اسی سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"سارے پیر خانقاہ کی چاردیواری سے نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے۔ سارے علماء مدرسوں سے باہر آکر کھڑے ہو گئے اور ارادہ کرلیا کہ توکروڑ سینوں میں روٹھے ہوؤں کو منایا جائے۔ ان کو مبلغ بنا کر ذمہ داری دی جائے کہ مرنے سے پہلے فی کس دس نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے۔ ان کو تعلیم دین سے آراستہ کر کے ان کے علم کو ان کے اخلاق کو پاک کرنا ہے۔ تاکہ جہاں کہیں وہ قدم رکھیں پاکستان ہو جائے اب ایسے مدارس ناقابل برداشت ہیں جو سنیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سنیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں۔ اور سنیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اب تمام سنی مدارس کو ایک نظام میں لاکر ان میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دارالقضاء، دارالافتاء، سب کو مرکزی شان سے چلانا ہے۔ خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے۔ اور ان میں تبلیغ و تعلیم کی روح پھونکنی ہے۔ المشائخ کلھم کنفس واحدہ کر کے دکھانا ہے۔ ان پاکوں کا عزم یہ ہے۔ کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دینا ہے۔"[2]

آپ کے خطبے کے پہلے اقتباس میں مقصدیت کی اسی عظیم بلندی کی جھلک ملتی ہے، جسے عالمگیر غلبۂ اسلام کہتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنی سیاست اور لائحہ عمل کا تصور کسی میکاؤلی قسم کے نظریات سے نہیں لیا اور نہ ہی کسی اور تیسرے درجے کی شخصیت کو اپنا راہنما بنایا بلکہ اس سلسلے میں بھی آپ کے پیش نظر خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ اور دیگر اولیاء و بزرگان دین کی حیات مقدسہ ہے۔ اور وہ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے عظیم زمشن کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ اور اس کے لیے وہ ایسا نظام اور لائحہ عمل ترتیب دینا چاہتے تھے۔ جو صرف ایک مخصوص خطہ ارض کو ہی نہیں بلکہ رفتہ رفتہ پوری سرزمین عالم کو پاکستان بنا دے۔ جہاں اسلام کی حکومت ہو اور اسلامی اقتدار کی نشوونما ہو۔

آپ کے خطبے کا دوسرا اقتباس بھی انہی عزائم کا آئینہ دار ہے۔ اس میں بھی آپ اسی عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم مدارس خانقاہوں اور مسجدوں کے نظام کو منظم اور مربوط بنائیں گے تاکہ ان سے صحیح طور پر فائدہ حاصل کرتے ہوئے ہندوستان کو پاکستان بنانے کا راستہ ہموار کر سکیں۔

برسبیل تذکرہ یہ بات عرض کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خطبے کا دوسرا اقتباس بھی ہمارے سنی مدارس کے سربراہان اور خانقاہوں کے ورثاء کے لیے غور طلب ہے۔ یہ کلمات ان کو دعوت فکر دے رہے ہیں کہ اگر ان کے مدارس اور خانقاہیں ایک مربوط اور منظم پروگرام کے تحت آجائیں تو پھر اس سے بے پناہ اور دور رس تعلیمی، تربیتی اور سیاسی دیگر فوائد و اثرات حاصل ہو سکتے ہیں۔ کاش: کہ ہم اپنے اکابرین کی گہری اور دور رس راہنمائی کو اپناتے ہوئے اپنے مدارس اور اپنی خانقاہوں کو ایک ہی تنظیم کے تحت لے آئیں تاکہ ان کی بگڑی ہوئی حالت سنور سکے اور ان کی ڈوبتی ہوئی نبضیں ابھر سکیں۔ اور یہ ایک بار پھر پہلے کی طرح صحیح طور پر عظیم علمی روحانی، تربیتی اور تبلیغی مراکز بن سکیں اور ملت اسلامیہ کی راہنمائی کا صحیح فریضہ سرانجام دے سکیں۔

---

[1] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۰۴

[2] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۰۵

پاکستان بنانا سُنیوں ہی کا کام ہے

اپنے اس خطبہ میں آپ نے ایک مقام پر سُنیوں کے جذبوں کو تحریک پاکستان کی تائید و حمایت کے لیے ابھارتے ہوئے ان پُرزور الفاظ میں مخاطب کیا :

" اے سُنی بھائیو! اے مصطفےٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچ کر سوچنے والے مہربان آگئے۔ اور تم کیوں رُک کر چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑ دو! اب غفلت کے جرم سے باز آجاؤ! چلے چلو! ایک منٹ بھی نہ رُکو! پاکستان بنالو تو جاکر دم لو! کہ یہ کام اے سُنیو! سُن لو! کہ صرف تمہارا ہے"۔ [1]

آپ کے خطبے کے اس اقتباس سے آپ کے سینے میں تحریک پاکستان کے متعلق پلنے والے اس درد کا پتہ چلتا ہے جو کامیابی کے لیے آپ کو بے چین کیے رکھتا تھا۔ اور آپ ہر سُنی کو اپنے اس درد کا ہمنوا بنانا چاہتے تھے۔ اور ان کو جھنجھوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اے سُنیو! پاکستان بنانے کے لیے ہر قسم کی سابقہ سُستیاں اور غفلت شعاریاں بالائے طاق رکھ کر اب سرگرم عمل ہو جاؤ، اور اگر کوئی اور اس راستے پر چلتا ہے اور تعاون کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تم ہمت نہ ہارو اور بڑھتے چلو، اس لیے کہ پاکستان بنانا سب سے زیادہ تمہاری ذمہ داری ہے۔

غور کیجیے! جو لیڈر پاکستان کے متعلق اتنا دردمندانہ زاویۂ فکر اور جذبۂ عمل رکھتا ہو اور جس نے سُنی قوم کے ہر فرد کو یہی ذہن اور یہی سوچ دی ہو اور قیام پاکستان کے لیے رائے عامہ کی ہمواری کی مجاہدانہ کوششیں کیں۔ تاریخ میں ۔ تعصب کی بنا پر ایسے مجاہد کا نام تک نہ لینا ایک عظیم المیہ نہیں تو اور کیا ہے ؟

---

[1] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۳۰۶

پاکستان پاک لوگوں کا وظیفہ ہے

اجمیر سنی کانفرنس کے اس خطاب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

" حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے۔ اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سُنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے۔ اور نہ سنی کانفرنس سے غلوِ عقیدت کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کی چڑھ ہے اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا!" [1]

اس اقتباس پر ایک نظر ڈالیے : اس سے پاکستان کے متعلق محبت و عقیدت کے گہرے جذبات و احساسات کا پتہ چلتا ہے۔ آپ پاکستان کا نام بار بار لینے کو اپنی سعادت سمجھ رہے ہیں اور اسے پاک لوگوں کا وظیفہ قرار دے رہے ہیں۔

یہ بات کچھ بوجھل سی تو لگے گی لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے دیگر سربرآوردہ لیڈروں پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے : لیکن پاکستان اور تحریک پاکستان کے متعلق اس قدر جذباتی وابستگی شاذ ہی آپ کو کہیں نظر آئے گی اور اس کے باوجود وہ لوگ جو پاکستان کا نام لینے سے چڑتے تھے اور چڑتے ہیں وہ تو تحریک پاکستان کے ہیرو، لیکن ایسے مجاہدوں کا نام تک نہیں لیا جاتا۔

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۳۰۶

سُنّی مسلم لیگ کا ہراول دستہ ہیں:

اپنے خطبے میں آپ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"اب رہا پاکستان کارِ سُنیاں است۔ یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لیے نہیں کہا ہے۔ بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوف لَوْمَۃَ لائم کر دیا ہے: یوں تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو۔ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بے شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے، اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا؟ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے گا تو وہ صرف سنی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی، قرآنی آزاد حکومت ہے مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت شاہ سید زین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا؟ اس کا دفتر کہاں رہے گا؟ اور اس کا جھنڈا پورے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے؟"[1]

اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ سنی تحریک پاکستان میں ہراول دستے اور ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کر رہے تھے۔ قرار داد پاکستان بابتہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے تاریخی

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۰۶

اجلاس میں منظور کی گئی لیکن اگر دیکھا جائے کہ وہ کون لوگ تھے جن کی شمولیت اور تحریک سے مسلم لیگ واقعی اسم بامسمیٰ جماعت بن گئی؟ تو یقیناً وہ سنی ہی تھے۔ اور آپ کے خطبے کے اس اقتباس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

آپ نے اپنے خطبے میں پیر صاحب مانکی شریف کے لکھوا لینے کا جو تذکرہ کیا ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ سنی کانفرنس نے اس شرط پر مسلم لیگ کو اپنی ہمدردیاں پیش کی تھیں کہ اس ملک میں اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا اور نظام مصطفےٰ ہی اس کی منزل ہوگا۔ جس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے پیر صاحب مانکی شریف کو ایک خط میں صاف صاف لکھ دیا کہ:

"اس بات کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ قانون ساز جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی پاکستان کے لیے ایسا قانون بنا سکے گی۔ جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے"[1]

اس کے باوجود آج کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ قائداعظم، پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن مذکورہ حوالہ کی روشنی میں ان کے اس دعوے کی قلعی کھل جاتی ہے۔ علاوہ ازیں قرار داد پاکستان کی تجویز سے پہلے ۱۹۲۹ء میں[2] مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی (مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان) نے قائداعظم کی خدمت میں خلافت پاکستان کی تجویز پیش کی تھی۔ قائداعظم اس تجویز سے بہت خوش ہوئے اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کر لیا۔ اور اس تجویز کو مسلم لیگ کی

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۹

[2] ایضاً: " ص ۲۰

منعقدہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا۔

اس تجویز میں ہندوستان میں خلافت راشدہ کی طرز پر اسلامک اسٹیٹ کے قیام کا منصوبہ پیش کیا گیا تھا۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ قائداعظم کے پیش نظر کسی سیکولر اسٹیٹ کے قیام کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اور یہ بات محض افترا اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ بہرحال مذکورہ اقتباس مسلم لیگ کی جدوجہد میں سنیوں کی واضح شرکت کی طرف اشارہ کررہا ہے اور یہ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کی قیادت اور راہنمائی کا ہی نتیجہ تھا۔

ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب پاکستان بنانے والی اکثریت سنی مسلمانوں اور قائداعظم و مسلم لیگ کے نزدیک پاکستان کو ایک واضح اسلامی مملکت بنانے اور اس میں قرآن وسنت کی حکومت قائم کرنے کا منصوبہ تھا تو پھر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے حکمران اس مقصد کو پورا نہ کر سکے بیسیوں سال گزرنے کے باوجود ابھی تک وہ آئیڈیل حکومت قائم نہیں ہوسکی۔ ہر آنے والے حکمران اپنی مرضی کے مطابق حکمرانی کے ضابطے متعین کرتا ہے اور اس سلسلے میں عوام کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ ڈنڈے کے زور سے عوام کو دبا دیا جاتا ہے۔ پاکستان کے موجودہ حکمران جنرل محمد ضیاء الحق بھی ایک عرصے سے تقریروں میں جلسے جلوسوں میں ہر جگہ اسلام کا نعرہ لگا رہے ہیں اور اسلام کا نام لیتے نہیں تھکتے لیکن اتنے بلند بانگ دعووں کے باوجود ابھی تک ملک کو اسلامی انقلاب سے آشنا نہیں کر سکے ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسی صورت حال ملک کے لیے نہ کبھی مفید رہی ہے اور نہ ہے جنرل صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ تاریخ سے سبق حاصل کرتے اور فی الفور جو بھی انہیں موقع ملا تھا ملک میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کا اعلان کر دیتے۔ تاکہ حصول پاکستان کا مقصد پورا ہو جاتا اور پاکستان کے لیے قربانیاں دینے والے شہداء کی روحوں کو تسکین

ہوتی۔ لیکن عمر اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

سنی کانفرنس پھپھوند میں آپ کا خطبہ

فروری ۱۹۴۶ء میں پھپھوند ضلع اٹاوہ میں سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اس کانفرنس میں اپنے خطبہ صدارت کے دوران بھی آپ نے سنی کارکنوں کو کانگریس کو شکست دینے کے لیے اپنی کوششیں تیز تر کر دینے کے متعلق کہا۔ اس سلسلے میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ حلقہ جات میں کانگریس کو ہزیمت دینے کی ہر ممکن سعی کریں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس اور اس کے تمام کارکنوں اپنی تمام تر کوششیں حلقہ جات انتخابات میں کانگریس کی مخالفت میں صرف کر دیں۔"[۵]

اس اقتباس سے بھی مسلم لیگ کو فتح سے ہمکنار کرنے اور کانگریس کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے آپ کی جدوجہد اور کاوشوں کی ایک جھلک ملتی ہے۔

کراچی میں آپ کا ایک خطاب

ایک مرتبہ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی، تبلیغی سنی کانفرنس اسٹی سینما تھیوسوفیکل ہال کے سلسلے میں کراچی تشریف فرما ہوئے۔ تو وہاں بھی آپ نے جو خطاب فرمایا وہ آل انڈیا کانفرنس کے صدر ہونے کی حیثیت سے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد سے ہی متعلق تھا آپ نے اس میں بھی پاکستان کے متعلق گفتگو فرمائی۔ ہم اس جلسہ اس کے متعلقہ حصے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے چند دیندار بھائیوں نے فضائل رسول پر کچھ بیان کرنے کی درخواست کی ہے اور چند لوگوں نے پاکستان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں

---

[۵] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۱۴

بیان کرنے کی التماس کی ہے۔ مگر یہ اسٹیج تبلیغی کانفرنس کا ہے۔ اور
ماشاء اللہ تین دن سے جس قسم کی اپ ٹو ڈیٹ تبلیغ اس اسٹیج پر ہو رہی
ہے۔ وہ میں تین دن سے دیکھ رہا ہوں اور دماغ میں نوٹ کر رہا ہوں۔
علاوہ ازیں اس سیاسی پلیٹ فارم پر جہاں اور لوگوں نے اپنے اصولوں کو
خیرباد کہا ہے مجھے بھی اپنے ان اصولوں کو علیحدہ رکھ کر قومی و ملی اجتماعی
نظریہ سے کچھ کہنا پڑے گا۔ اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے اصول
سمجھانے میں ایسی کونسی سخت مشکل آن پڑی کہ جس کے لیے کسی مذکر اور
مؤنث کو نہیں چھوڑا جاتا۔ اسے بھی سٹیج پر لانا پڑتا ہے۔[1]

(مسلم لیگ کے جلسوں میں بعض مقامات پر عورتیں بھی خطاب کرتی تھیں۔ عورتوں
کا مردوں کے ساتھ اس طرح بے حجابانہ اختلاط اور خطاب شرعی لحاظ سے قابل اعتراض
ہے۔ حضرت سید محدث کچھوچھوی نے اس شرعی حکم کی طرف اشارہ کیا۔)

آج عالم دنیا میں امن انسانیت کی تلاش ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنی اقتصادی و
مادیاتی تصرف "ایٹم بم" وغیرہ سے امن انسانیت بھر دوڑانا چاہتی ہیں مگر ان کی باہمی
رقابت ہی نہیں بننے دیتی۔ ہر ایک اپنے اقتدار کو کام میں لانا چاہتا ہے۔ اور دنیا
کا یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ اگر اسے کتنے ہی فائدے کی بات بتلائی جائے
مگر وہ اسے نقصان وہ ہی سمجھتی ہے۔ خدا کا محبوب کائنات کے بسنے
والوں کو بتلا رہا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اور مخلوقات ارضی و سماوی
چاند، سورج، مٹی، ہوا، پانی، آگ وغیرہ سب انسان کی خدمت گزاری
اور فلاح و بہبود کے لیے خدمت کار مقرر ہوئے ہیں۔ تم ان کو اپنا حاکم مت

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۴۰

تسلیم کرو۔ اتنی قوت و استعداد پیدا کرو کہ یہ تمہارے محکوم ہو جائیں
جس وقت خدا کے محبوب نے یہ پیغام سنایا کہ اس وقت سورج نے یہ
نہیں کہا کہ اچھا تم لوگوں کو ہماری پرستش سے باز رکھتے ہو۔ ہم مدینے
میں نہیں نکلیں گے۔ سورج تو ان کے ادنیٰ اشارے پر افق مغرب سے
لوٹ کر چلا آیا۔ مگر سورداس نہیں مانتے چاند نے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں
کو ہماری اطاعت سے منحرف کرتے ہو تو ہم اب حجاز پر نہیں چمکیں گے
بلکہ چاند تو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور رام چندر مانتے
نہیں حضور نے اپنی انگلیوں سے جمنا کے مقدس پانی کی طرح نہریں بہا دیں
جمنا نے ان کے غلاموں کو اپنے دامن میں پناہ دے کر اسلام کا جھنڈا گڑوا دیا
مگر جمنا داس مانتے نہیں۔ کفار عرب میں بھی یہی ضد کا مادہ تھا کتنے ہی
فائدے کی بات بتلائی جاتی تھی مگر وہ اسے نقصان وہ ہی سمجھتے تھے بلکہ
کفار عرب نے کانگریس بنا کر اپنے اجارہ دار عالموں کی ایک جمعیت بنا دی
جو مسلمان عربوں کے لباس اور وضع قطع میں اسلام کی منافقت و مخالفت
کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سرور عالم نے منبر رسالت اور مسند نبوت
پر رونق افروز ہو کر مذکورہ بالا آیت شریفہ کے نازل ہونے کی اطلاع دی
تو کانگریسی جمعیت العلماء کے یہ فتنہ کالم کے عناصر وہاں بھی جا پہنچے[1]

آپ کے   کا یہ طویل اقتباس بڑے فصیح و بلیغ انداز میں تحریک پاکستان کے مخالف
ان لوگوں کی سرکوبی کرتا ہے جو برصغیر میں جمعیت العلماء ہند کے نام سے کام کر رہے تھے
ان لوگوں کی اکثریت مدرسہ دیوبند سے متعلق تھی اور ان کے دو قومی نظریے اور

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۲۳۱

قیام پاکستان کی مخالفت کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ اس اقتباس میں آپ نے ان لوگوں کو کفار عرب کی طرح ضدی اور منافقین کی طرح سازش قرار دیا ہے۔ تحریک پاکستان کے مخالفین سے آپ کا یہ سخت رویہ بھی تحریک پاکستان کے ساتھ آپ کی گہری وابستگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور پھر جمعیت العلماء ہند کے ان ملاؤں کو ففتھ کالمی عناصر قرار دے کر ان کی مزید سرکوبی اور ان کے کردار کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ جہاں مجاہدین کی تلواریں کام نہیں کرتیں وہاں یہ ففتھ کالم کے عناصر بڑا کام کر جاتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ جنگ میں جب جاپان اور برٹش نبرد آزما تھے تو جاپان ففتھ کالم کے لوگ ہمارے ہاں بڑی شورش مچا رہے تھے۔ کہتے تھے کہ بس کل سویرے جاپان فلانی ٹرین سے آنے والا ہے اور انگریزوں نے چپٹی ناک اور چھوٹی آنکھ والے لوگوں کو جاپان میں اپنے پروپیگنڈہ کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ وہ وہاں اس کی تعریف اور بہادریوں کے پل باندھ رہے تھے۔ اسی طرح ان کانگریس والوں نے جمعیت العلماء والوں کو ففتھ کالم کا کارنامہ انجام دینے ان میں بھیج دیا تھا۔ جب حضور نے یہ آیت شریفہ پڑھی تو ان کے کان کھڑے ہوئے کہ لو بھائی جبرائیل یہ کیا نیا پیغام لایا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس رسول کو علم غیب تھوڑا ہی ہے جو ہماری منافقت اس کو معلوم ہو جائے گی۔ یہ تو ہمارے جیسا بشر ہے۔ اسے ہمارے دل کا حال کیا معلوم؟[1]

یہ اقتباس بھی جمعیت العلماء ہند کے منتقمین کی کارگزاریوں پر روشنی ڈالتا ہے

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس صفحہ ۱۳۱

اور اس کے بعد پھر آپ ان لوگوں کی کچھ مزید گھناؤنی کارروائیوں اور اندرونی کارگزاریاں کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب وہاں سے کانگرس نے نوٹس بھیجا کہ جلدی اپنی کارگزاری کی رپورٹ بھیجو۔ ورنہ تمہاری تنخواہیں ضبط کر لی جائیں گی اور کھایا پیا سب باہر آجائے گا تو اب جمعیت علماء ہند نے ففتھ کالم کو پریشانی دامن گیر ہوئی سوچ سمجھ کر جواب دیا کہ جب تم گائے کی دم کو نہیں چھوڑنا چاہتے ہو تو یہ مسلمان محمد کے دامن کو کیسے چھوڑیں گے۔ تم اپنے کام میں مصروف ہو کانگریس نے جواب میں ففتھ کالم والوں کی تنخواہوں کا اضافہ کر دیا۔ اور روپیہ کا لالچ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اور لکھ دیا کہ سات سو کی جگہ آٹھ سو ہزار والے کو بارہ سو ملے گا۔ لگے رہو اپنے کام میں باقی مسجد نبوی میں جب حضور نے آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ تو ففتھ کالم والوں کی جان میں جان آئی کہ چلو چھٹکارا ہوا اور جب مومنوں کے ظاہر حالات کا بیان کیا گیا تو ایک دوسرے کے لباس اور وضع قطع کو دیکھنے لگے، کہ عمر کی ریش تو ایک مشت کی ہے۔ اور یہاں بخاری صاحب کی ڈیڑھ فٹ صدیق کی پیشانی پر تو سجدہ کا داغ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ اور یہاں کلام کے باپ نے ماتھا رگڑ رگڑ کر روپے کے قریب داغ بنا لیا۔ عثمان کا پیرہن تو ٹخنے سے اوپر اور یہاں مدنی صاحب کا اتنا لمبا کہ سڑک کی گرد و غبار بھی سمیٹ لے جب حضور نے فرمایا کہ خدا کے اختیار میں ہے کہ اپنے رسول کو غیب پر مطلع کر دے تو حضور علیہ السلام نے (یمیز الخبیث من الطیب) کے لیے بڑے جلال میں آکر کہا کہ اخرج فلاں ابن فلاں نکل جا یہاں سے اے فلانے فلانے کے بیٹے تو بس جناب پھر نہ پوچھو کہ ان کی کیا گت بنی

صدیق نے کسی کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا تو علی نے کسی کی چٹیا سنبھالی تو
بلال نے کسی کی کمر پر لات رسید کی اور کہا کہ قبیلۂ پاکستان میں پلیدستان
کا کیا کام پاکستانیوں میں پلیدوں[1] کا کیا کام؟

اس اقتباس کی ابتداء میں حضرت محدث اعظم نے کانگریس کے جمعیتی علمائے دیوبند کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ہندوؤں سے تنخواہیں وصول کیا کرتے تھے اور تب یہ کانگریس کی حمایت کیا کرتے اور تحریکِ پاکستان کی مخالفت کیا کرتے گویا کہ دیوبندی مولوی کرایہ پر پروپیگنڈہ کیا کرتے اور پاکستان کی مخالفت میں بات تنخواہوں کی چل پڑی تو یہاں دلچسپ واقعہ سپردِ قلم کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ تحریک کے اوائل حالات کے حوالے سے صاحب تنگ، وتاز جناب نقاش فطرت ایم اسلم اپنی کتاب میں صفحہ نمبر ۹۲ پر مسٹر اصفہانی کی کتاب محمد علی جناح کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ ۱۹۳۶ء کا زمانہ تھا اور انتخابات کا زمانہ قریب آ رہا تھا۔ اور انتخابات کے لیے عام مسلمانوں کو تیار کرنا اور جداگانہ انتخاب کی اہمیت اور فوائد سے آگاہ کرنے کے لیے ایک ملک گیر پروپیگنڈہ کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ لیکن اس کام کے لیے کافی رقم درکار تھی۔ اور اتنا روپیہ پیسہ مسلم لیگ کے پاس تھا نہیں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مسلم لیگ نے سب اراکین لیگ سے دو آنے ماہوار چندہ وصول کرنے کی سکیم جاری کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں مسلم لیگ کے خزانے میں لاکھوں روپے جمع ہو گئے اب سوال یہ تھا کہ پروپیگنڈہ کیسے کیا جائے اس کام کے لیے مسلم لیگ نے یہ مناسب خیال کیا کہ یہ کام مولویانِ دیوبند کے سپرد کیا جائے کیونکہ مولوی لوگ پروپیگنڈہ کرنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ اور عوام ان کی بات غور سے سنتے ہیں۔ یوں بھی علمائے دین کا اولین فرض تبلیغ ہی ہوتا ہے۔ یعنی ہم خرما ہم ثواب

---

[1] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۳۲ مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات

لیکن زمانے کی ستم ظریفی دیکھیے کہ جب یہ تجویز علمائے دیوبند کے سامنے پیش کی گئی تو انھوں نے یہ کام کرنے کی حامی بھری لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ تمام اخراجات جو کہ تقریباً پچاس ہزار روپے مسلم لیگ کو ادا کرنے ہوں گے۔ خود قائد اعظم نے جو مسلم لیگ کے صدر تھے یہ شرط قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ جس وقت یہ تجویز پیش کی گئی تھی۔ مسلم لیگ کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ چندہ لینے کی سکیم بعد میں بنی تھی۔ اس پر خداوندانِ دیوبند ناراض ہو گئے۔ اور ہندو کانگریس کے ساتھ ہو گئے۔ جن کا یہاں کام مسلمانوں کی تخریب تھی۔ اور کھلم کھلا سودا کر لیا اور بڑی شد و مد کے ساتھ کانگریس کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ جب ہمارے علمائے دین ہی کی اسلامی غیرت اور حمیت کا یہ عالم ہو تو غیروں سے کیا گلہ ہو سکتا ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

جان بھی گروِ غیر بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے
ہندو کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے ہندو سے نہیں ہے

نوٹ:۔ یہاں ہندو کا لفظ یورپ کی جگہ استعمال کیا گیا اس بات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علمائے دیوبند نے کانگریس کی حمایت کرنے اور تحریکِ پاکستان کی مخالفت کرنے میں کتنا مال کمایا ہوگا۔ اور یہ کانگریسی مولوی گاندھی کے ترانے گاتے تھے اور اب بھی جشن صد سالہ دیوبند ہوا جو اندرا گاندھی کی صدارت میں منعقد ہوا اور ان دیوبندی کانگریسی مولویوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ ہمارا اصل رشتہ ہندوؤں سے ہے

---

[1] صد ۹ بیگ وتاز مکتبہ نظامی لاہور

مسلمانوں سے نہیں اب نہ جانے کتنے ہی ڈالر اندرا رانی نے بطور عطیہ دار العلوم دیوبند کو دیئے ہوں گے۔

حضرت محدث کچھوچھوی کا تابندہ کردار اور مؤرخین کی بے انصافی

حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی کے اس کردار اور آپ کی تقاریر و خطابات کے اس تجزیئے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نہ صرف دل و جان سے قیام پاکستان کے حق میں تھے بلکہ اس کے لیے عملی کوششیں بھی فرمارہے تھے۔ اور اس سلسلے میں مخالفین کی کوششوں اور کارروائیوں پر نظر رکھتے ہوئے ان کا پردہ بھی چاک کررہے تھے۔ لیکن آج تاریخ کے متعصب مؤرخین کا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ جو گاندھی کے عقیدت مند تھے اور کانگریس کے عربی ترجمان تھے تحریک پاکستان کے دل و جان سے مخالف تھے ان کو قومی تاریخ کے ہیرو اور مجاہد بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ اور علماء اہلسنت کی تابناک جدوجہد کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ ان کو یہ جان لینا چاہیئے کہ اگرچہ وہ وقتی طور پر اس پروپیگنڈے سے کچھ نتائج حاصل کرلیں گے لیکن بالآخر حقیقت بے نقاب ہوکر رہے گی۔

اپنوں کے لیے لمحۂ فکریہ:

اہل سنت و جماعت کو بھی چاہیئے کہ حالات کے ساتھ چلنے کی بجائے حالات کو اپنے مطابق بنانے کے لیے جدوجہد کریں، غفلت شعاری کا یہ رویہ انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اپنے اکابر کی خدمات کے تذکروں اور ان کے تعارف کے لیے اگر ہم نے مخلصانہ کوششیں نہ کیں اور وقت کے اس تقاضے پر لبیک نہ کہی تو یہ ہماری نااہلی اور نا خلفی ہوگی۔ اور اکابرین اور اسلاف کی روحوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی؛ کاش کہ آج بھی ہماری آنکھیں کھل جائیں اور بہتر طریقے سے آغاز کار کردیں۔ اور جنہوں نے پہلے سے اس کام کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے اور اپنی محدود توانائیوں اور محدود وسائل کے ساتھ

یہ سلسلہ شروع کررکھا ہے ان کے ساتھ دل و جان سے تعاون کریں اور ان کے دست و بازو بنیں؛ اپنے اکابرین کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا ہمارا یہی سب سے بہتر طریقہ ہو سکتا ہے۔

حرفِ آخر

تحریک پاکستان، اس کے پس منظر اور اس کی داستانِ جدوجہد پر گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قیام پاکستان حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی اور ان کے شریک سفر دیگر ہزاروں مشائخ و علماء اہلسنت کی شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور اگر مسلم لیگ کے پروگرام کو ان لوگوں کی غیر مشروط اور بے دریغ حمایت حاصل نہ ہوتی تو شاید قیام پاکستان کا منصوبہ ایک خواب ہی رہتا۔

ہمارے اکابرین کی یہ کوششیں تاریخ پاکستان کا ایک سنہری باب ہیں۔ اور ہر دور میں ان کے اس کردار کی تابناکیاں ہمارے لیے عمل کی راہیں روشن کرتی رہیں گے البتہ ان پر ہمت مردانہ سے چلنا ہمارا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین؛ بجاہ سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ماخذ و مراجع

مصنف	تصنیف	مقام اشاعت	سن اشاعت
سید محمد محدث کچھوچھوی	الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ	مراد آباد	۱۹۴۶ء
محمد صادق قصوری	اکابر تحریک پاکستان	لاہور	۱۹۷۶ء
محمد عبدالحکیم شرف قادری	تذکرہ اکابر اہلسنت	لاہور	۱۹۷۶ء
رانا منظور احمد خان	حضرت شیخ القرآن	وزیر آباد	۱۹۷۸ء
محمد جلال الدین قادری	خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس	گجرات	۱۹۷۸ء
ڈاکٹر محمد مسعود احمد	تحریک آزادی ہند اور السوادالاعظم	لاہور	۱۹۷۹ء
حکیم محمد حسین بدر	سات ستارے	لاہور	۱۹۷۸ء
خواجہ رضی حیدر	قائداعظم کی بہتر سال	کراچی	۱۹۷۶ء
سید نور محمد قادری	اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت	گجرات	۱۹۷۵ء
نقاش فطرت میاں ایم اسلم	سنگ دتاز	لاہور	۱۹۷۸ء
پروفیسر رفیع انور	تحریک قیام پاکستان	لاہور	۱۹۷۲ء
	ہفت روزہ افق	کراچی	
	ماہنامہ المیزان	بمبئی	
	ماہنامہ فیضان	لاہور	

دعوتِ عمل

1 — فرائض و واجبات کی ادائی کو ہر کام پر اوّلیت دیجئے۔ اسی طرح حرام و مکروہ کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

2 — فریضہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ ان فرائض کی ادائی کے برابر نہیں ہے۔

3 — خوش اخلاقی، حُسنِ مُعاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنائیے۔

4 — قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن قرض مُعاف نہیں کیا جاتا ہے۔

5 — قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہترین ترجمہ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

6 — دینِ متین کی صحیح شناسائی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء اہلِ سُنّت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ اپنے پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سُنائے۔

7 — فاتحہ، عرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے، شیرینی اور پھلوں کے علاوہ علماء اہلِ سُنّت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔

8 — اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے احکام و فرامین جاننے، ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے دعوتِ اسلامی کی تحریک میں شمولیت اختیار کیجئے۔

9 — ہر شہر میں سُنّی لٹریچر فراہم کرنے کے لیے کُتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت بھی

10 — ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہلِ سُنّت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

11 — انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔

12 — رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور کی رکنیت قبول کیجئے، رکنیت فارم اکیڈمی کے دفتر سے طلب کیجئے۔

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)۔ لاہور۔ پاکستان